ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر ۵۰-۷ ”
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

جلد ۱۰ | ۱۵ احسان ۱۳۴۰ ہش | یکم محرم ۱۳۸۱ھ | ۱۵ جون ۱۹۶۱ء | نمبر ۲۴

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۰ جون (بوقت ۸ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ:-

کل حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی رات نیند آ گئی۔ اس وقت بھی طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اپنے فضل سے شفائے کامل و عاجل اور کام والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔

ربوہ ۹ جون اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی طبیعت گذشتہ تین چار روز سے بائیں گھٹنے میں چوٹ آجانے کی وجہ سے ناساز ہے اب پہلے کی نسبت افاقہ ہے پینہ چل پھر سکتے ہیں۔ احباب صاحبزادہ صاحب کی کامل شفایابی کے لئے دعا کریں۔ — قادیان ۱۲ جون محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت سے ربوہ پہنچ گئے۔ الحمد للہ۔

> مرزا صاحب کی تحقیق کا یہ طرۂ امتیاز ان سے کوئی نہیں چھین سکتا کہ انھوں نے نہ صرف مذہبی بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی ثابت کر دیا کہ مسیح ہجرت کر کے اخیر میں سرینگر پہنچے اور ان کی قبر فلاں مقام پر اب بھی موجود ہے۔

کتاب ”حضرت مسیح کشمیر میں“ پر حقیقت افروز تبصرہ

(علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنؤ کی قلم سے)

ہندوستان کے مایہ ناز ادیب و نقاد علامہ نیاز فتحپوری نے اپنے موقر رسالہ نگار لکھنؤ بابت ماہ جون ۱۹۶۱ء میں باب الانتقاد کے تحت مکرم مولوی محمد اسد اللہ صاحب قریشی احمدی کی ایک جدید تالیف پر جو حقیقت افروز تبصرہ فرمایا ہے وہ احباب کی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

علامہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

”مولانا محمد اسد اللہ قریشی نے جو بارہ مولہ (کشمیر) کے متوطن ہیں۔ حال ہی میں اس نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ رومی سلطنت کی گیر و دار سے بچنے کے لئے مع اپنی والدہ حضرت مریم کے (جن کو مریم بھی کہتے ہیں) ہجرت کر کے پہلے ایران آئے، پھر افغانستان و ہندوستان ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے۔ یہیں وفات پائی، یہیں مدفون ہوئے اور آپ کی قبر سرینگر میں اب بھی مرجع خلائق ہے جو یوز آسف نبی کے مزار کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق عرصہ سے یہ عقیدہ چلا آ رہا تھا کہ انہوں نے صلیب پر جان دی اور پھر خدا نے اپنے پاس اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ ان کا مستقر بھی فلک چہارم قرار دے دیا گیا۔ لیکن اس وقت تمام دنیا (یہاں تک کہ عیسائیوں کے ایک طبقہ نے بھی) تسلیم کر لیا ہے کہ جب آپ صلیب سے بچ نکلے تو آپ نے روما کی حدود سے ہجرت اختیار کی۔ کیونکہ وہاں پھر اسی گیر و دار کا اندیشہ تھا۔

یہاں اس بحث کا موقع نہیں کہ ”واقعۂ صلیب“ اور ”رفع الی السماء“ کے متعلق قرآن پاک کیا کہتا ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر میں اب سے ۲۸ سال قبل نگار کے ذریعہ سے کافی شرح و بسط کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ کلام الٰہی سے صاف طور پر ثابت ہے کہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے۔ اس سے قبل سر سید احمد خان بھی بالکل یہی بات کہہ چکے تھے۔ اور میرزا غلام احمد صاحب بھی۔ لیکن میرزا صاحب کی تحقیق کا یہ طرۂ امتیاز ان سے کوئی نہیں چھین سکتا کہ انہوں نے نہ صرف مذہبی بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی ثابت کر دیا کہ مسیح ہجرت کر کے اخیر میں سرینگر پہنچے، اور ان کی قبر فلاں مقام پر اب بھی موجود ہے۔

یہ ایک غیر معمولی انکشاف تھا اس کوشش کر دنیا چونک پڑی۔ بعضوں نے اس کی ہنسی اڑائی اور بعض نے اس پر غور کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ یہ بات ملکوں ملکوں پہونچی اور آخر کار سب کو ماننا پڑا کہ حضرت عیسیٰ واقعی کشمیر آئے یہاں انہوں نے عیسوی مذہب کی تبلیغ کی اور یہیں جان دی۔

اس کتاب کی ترتیب میں فاضل مؤلف نے بڑی غیر معمولی کاوش و ذہانت سے کام لیا ہے۔ اور بائیبل، احادیث نبوی۔ آثار قدیمہ کے ریکارڈ، بودھ مذہب کی تصانیف ہندوؤں کی روایات، ایران، افغانستان و کشمیر کی تاریخ اور خود مغربی محققین کے بیانات سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ حضرت مسیح اپنی طبعی موت سے مرے اور کشمیر میں دفن ہوئے۔

بحث کی ابتداء انہوں نے کلام مجید کی اس آیت سے کی:-

”وجعلنا ابن مریم و امہ اٰیۃ ۔ و اٰوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین“

(یعنی ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو ایک ایسی پُر سکون جائے پناہ کی طرف بھیج دیا جہاں چشمے جاری تھے)

انہوں نے دستاویزی شہادتوں سے یہ بات پوری طرح ثابت کر دی ہے کہ قرآن کی اس آیت میں ربوہ سے مراد سرزمین سرینگر ہی ہے۔

جس وقت یہ کتاب میری نگاہ سے گذری تو میرا خیال ”آوینٰھما“ کی طرف منتقل ہوا جس میں ضمیر تثنیہ استعمال کی گئی ہے۔ یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اور ان کی والدہ مریم دونوں ربوہ پہونچے تھے ...... لیکن اس کتاب میں مریم کا کوئی ذکر نہ دیکھ کر مجھے کسی قدر تعجب ہوا ...... کیونکہ کلام مجید کی اس آیت میں ”ھما“ کی ضمیر تثنیہ کے پیش نظر مریم کا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ میں نے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو ایک خط لکھا اور انہوں نے مولانا اسد اللہ کو۔

مولانا نے جو جواب مجھے دیا وہ بجنسہٖ یہاں نقل کئے دیتا ہوں جس سے جناب مریم کے متعلق بھی ان کی تحقیق سامنے آ جاتی ہے۔

سورۂ مومنون کی آیت ”و اٰوینٰھما الیٰ ربوۃ“ کے مطابق حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ساتھ ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ بھی کشمیر آئی تھیں۔ اس پر مغربی اور مشرقی محققین کی شہادتیں موجود ہیں۔ چنانچہ پروفیسر نکولس رورک (Nekolias Roerick) نے ۱۹۲۹ء میں ایک کتاب Heart of Asia کے نام سے شائع کی جو وسط ایشیا کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب نیو ایرا لائبریری کی طرف سے رورک میوزیم پریس نیویارک کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی۔

اس کتاب میں پروفیسر موصوف نے لکھا ہے کہ کشمیر، لداخ اور وسط ایشیا کے مختلف مقامات میں اب بھی یہ مضبوط روایت پائی جاتی ہے کہ حضرت مسیح ناصری نے ان علاقوں میں سفر اختیار کیا۔ سرینگر میں وہ فوت ہوئے۔ وہیں ان کا مزار بھی موجود ہے۔ ان کی والدہ کا مزار از روئے روایت کاشغر میں ”مزار مریم“ کے نام سے مشہور ہے لکھتے ہیں:-

”کاشغر سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ”مریم مزار“ کے نام سے ایک مقبرہ موجود ہے۔ روایت یہ بتاتی ہے کہ جب ابن مریم کے واقعہ صلیب کے بعد حضرت مریم کاشغر میں ہجرت کر کے آگئیں۔ جہاں وہ وفات پا گئیں۔ اور ان کا مزار بنایا گیا۔ یہ مقام آج کے دن تک لوگوں کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔“
(Heart of Asia P 39)

اسی طرح رابرٹ گریوز اور جوشوا پوڈرو اپنی کتاب ”نزرین گاسپل“ میں لکھتے ہیں:-

”اعمال الرسل اور قرون اولیٰ کے بزرگان کلیسا کی تحریرات میں حضرت مسیح کے

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ملک صلاح الدین ایم-اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۱۵ جون ۱۹۶۱ء

مدینہ منورہ میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام؛

دہلی کے ایک دینی روزنامہ سے :-

"اس سال حج کے اجتماع میں لاکھوں حجاج کرام سے خطاب فرماتے ہوئے . . شاہ سعود نے عالم اسلام سے اپیل کی کہ وہ اسلامی مفاد اور عالمی امن کے تحفظ کے لئے اسلامی تنظیم کے دائرہ میں متحد ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے جس میں شریک ہونے کے لئے عالم اسلام خاص طور پر افریقہ اور ایشیا کے مسلمان مفکرین کو دعوت دی جائے گی۔ جہاں سے فارغ ہونے کے بعد یہ اپنے وطن واپس جا کر تبلیغ اسلام کریں گے تاکہ اس تبلیغ کے ذریعہ ایک ہمہ گیر اسلامی اتحاد پیدا ہو اسلام کا پیغام دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچ سکے۔"

(دعوت ۲/۶/۶۱ ص ۴)

حج کے مقدس اجتماع میں والی حرمین شریفین کی طرف سے اسلامی مفاد کی خاطر عالم اسلام کو متحد ہو جانے کی اپیل بلاشبہ قابل قدر ہے۔ اور اس مقصد کے لئے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کا اعلان ایک بڑی ہی مسرت انگیز خبر ہے۔ ہر سچے مسلمان کی دلی آرزو ہے کہ عالم اسلام کا اتحاد جلد سے جلد عمل میں آئے۔ اور امت مسلمہ تبلیغ حق سے متعلق اپنے بھولے ہوئے عظیم فریضہ کی طرف پھر سے متوجہ ہو۔ ایک مدینہ منورہ میں کیا، اگر شاہ سعود چاہیں تو ایسی کئی یونیورسٹیاں ایک سے زیادہ مقامات میں قائم کر سکتے ہیں مگر اس یونیورسٹی کو جس بڑے مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں اس میں وہ کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کا جواب تو وقت ہی دے گا۔ البتہ اسی معاصر نے چند روز قبل حجاز مقدس کے حکمرانوں کے متعلق جو نوٹ لکھا تھا۔ اگر اُسے صحیح سمجھا جائے تو موجودہ اعلان کے باوجود صورت حال کافی حد تک مخدوش معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ بعض دیگر قسم کی خامیوں کے معاصر مذکور نے حکمرانوں کے متعلق لکھا تھا:-

"کیا حجاز مقدس کے حکمرانوں نے جنہیں روحانی مرکزیت بھی حاصل ہے۔ کبھی اسلام کو دنیا کے سامنے متبادل کے طور پر پیش کیا ؟ دنیا کی پہلی جنگ ہوئی۔ مگر اس آگ کو بجھانے کے لئے قرآن کا کوئی نسخہ پیش نہیں کیا گیا۔ دوسری جنگ ہوئی جس میں یہ سوال زور شور سے اُٹھا کہ دنیا کی تنظیم نو کس طرح ہو مگر حجاز مقدس کے رہنما اور حکمران اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ دوسری جنگ کے بعد جاگیروں کا فتنہ اٹھا اور ہائیڈروجن بموں نے اعتماد، امید، مسرت اور محبت کی بنیادیں ہلا ڈالیں لیکن قرآنی قوانین کا نفاذ کرنے والے اس افتاد سے بے خبر رہے۔ اور شاہانہ کرسیاں ہی نہ آ سکے اگر دنیا میں آگ لگ رہی ہو اور حاملین قرآن اسے بجھانے کے بجائے محو تماشا رہیں تو کون یقین کرے گا کہ اسلام انسانی زندگی کا دستور العمل اور انسانی مشکلات کا آخری حل ہے۔ مسلمانوں کے انحطاط کا واحد سبب ہی یہ ہے کہ ان کے رہنما حرکت کے دور میں جامد بن کر رہ گئے ہیں۔ قرآن تو مثبت اقتدار کا حامل ہے مگر ہمارے حکمران اور رہنما منفی اقتدار پر قانع ہیں اور اپنا مثبت کردار ادا کرنے کے بجائے کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں۔"

(دعوت ۵/۶/۶۱ ص ۳)

گو یا معاصر کے خیال میں عصر حاضر کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے اندر سے ایسا ناقابل تردید مواد پیش کیا جانا چاہیئے جو ایک طرف دنیا میں لگی ہوئی آگ کو بجھانے کا موجب ہو اور دوسری طرف اس کے ذریعہ سے دنیا کی تنظیم نو کا معقول ڈھانچہ بھی پیش کیا جائے۔ جس سے ہر قسم کے بحران کا فتنہ ختم ہو جائے۔ جہاں تک غیر مسلم دنیا کے مقابل اسلام کو زندہ اور فعال صورت میں پیش کئے جانے کا تعلق ہے۔ ہمیں معاصر کے خیالات سے پورا اتفاق ہے۔ مگر حجاز مقدس کے حکمرانوں سے مخصوص طور پر جو توقعات وابستہ کی گئی ہیں یا اُن کی طرف جو روحانی مرکزیت کی نسبت دی گئی ہے۔ بہر حال قابل غور مسئلہ ہے بالخصوص جبکہ خود معاصر ہی نے اپنے تفصیلی تجزیہ میں اس امر سے اُن کی لاتعلقی یا اسلام کی روحانی قدرت سے جامد یا بے حسی کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔ اس سے تو یہ بات واضح ہوئی کہ وہ اس گاڑی کے بیل نہیں ورنہ جس صورت میں کہ اسلام خدا کا پسندیدہ دین ہے اس کی نظر انتخاب پر خلل یا اسلام سے صرف نظر کا نعوذ باللہ اعتراض لازم آتا ہے !!

بے شک اسلامی مقامات مقدسہ کی خدمت و نگہداشت ایک بڑی سعادت ہے جو حجاز مقدس کے حکمرانوں کو حاصل ہے۔ مگر اس خدمت کے ساتھ عملی رنگ میں ترویج اسلام کے قیام اس کی تبلیغ و اشاعت کے تمام اہم کام کو لازمی طور پر کیونکر وابستہ قرار دیا جا سکتا ہے ؟ اس لئے کہ اسلام کی روحانی قیادت کے متعلق خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت اس سے بالکل مختلف ہے اس کے لئے قرآنی الفاظ میں خدا تعالیٰ کے اس حتمی وعدہ کا پتہ چلتا ہے جس میں فرمایا کہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون۔

چنانچہ ایک طرف قرآن کی لفظی حفاظت کے لئے حفاظ کے دلوں کو اس طرف مائل کر دیا کہ وہ ہزاروں ہزار کی تعداد میں نسلاً بعد نسل ہر زمانہ میں اس امانت کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے آ رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کی معنوی حفاظت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے الفاظ سے امت مرحومہ کو تسلی دی گئی ہے۔ نہ صرف لفظی تسلی بلکہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیاں اس بات پر گواہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ برابر پورا ہوتا چلا آیا —— اور اب جبکہ چودھویں صدی جاری ہے ممکن نہیں کہ اس صدی میں جا کر خدا کی بات میں کس طرح کا تخلف واقع ہو۔ حتی کہ اب تو ایک اور صدی کا سر قریب آن پہنچا۔

یہ ایک بڑی نادانی ہوگی اگر ہم اس پر آشوب زمانہ میں حمایت و تائید اسلام کے فریضہ کو محض حجاز مقدس کے حکمرانوں سے وابستہ قرار دے کر انہیں ایسا نہ کر سکنے پر کوسنا شروع کر دیں۔ سچی بات تو یہی ہے کہ جس نے آنا تھا وقت مقررہ پر آ گیا پہچاننے والوں نے چودھویں صدی کے چاند کو اپنی روحانی آنکھوں سے پہچان لیا مگر بعض دوسرے اس کی شناخت سے محروم رہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت

مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب درویش وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

قادیان ۱۰ جون۔ افسوس آج بعد نماز عصر ساڑھے پانچ بجے مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب درویش قادیان ۶۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک عرصہ سے بعارضہ فالج صاحب فراش تھے۔ اور ہر ممکن علاج کے باوجود مرض میں نمایاں افاقہ کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ کچھ عرصہ سے تکلیف زیادہ بڑھ گئی۔ اور آخر کار یہی مرض جان لیوا ثابت ہوئی۔ مرحوم شروع زمانہ درویشی سے بڑے صبر و سکون سے مقامات مقدسہ کی خدمت و آبادی کی غرض سے قادیان میں قیام پذیر رہے۔ اور بڑے صبر و سکون اور کامل اطاعت گزاری کے ساتھ یہ زمانہ گزارا۔ موصی تھے اس لئے بعد وفات حسب وصیت مقبرہ بہشتی قادیان میں جگہ پائی۔ اسی روز بعد نماز عشاء محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے جوان خانۂ درویشان کرام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مرحوم کا جنازہ پڑھا۔ اور نعش کو کندھا دیا۔ اور اُسی وقت بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

قبر تیار ہو جانے پر محترم صاحبزادہ صاحب نے اجتماعی دعا کرائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے ساتھ راضی ہو۔ آمین ؎

خطبہ جمعہ

مذہب کی حقیقی روح پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور ہمیشہ اسکی رضا کو مقدم رکھو

مذہبی جماعتوں کی بنیاد روحانیت پر ہوتی ہے اور روحانیت تعلق باللہ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی

(از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۸؍مئی ۱۹۵۵ء بمقام ربوہ)

آج میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ

مذہبی جماعتوں کی بنیاد

روحانیت پر ہوتی ہے۔ اگر کسی جماعت میں روحانیت باقی ہے تو وہ گرنے کے بعد دوبارہ ابھرنے کا موقعہ پا لیتی ہے۔ اور اگر کسی جماعت کی روحانیت مر جائے۔ تو ایسی جماعت اپنی ظاہری اور جسمانی ترقی کے باوجود بھی دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ پس ہماری جماعت کو اپنے تمام امور میں اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ انہیں تعلق باللہ حاصل ہو۔ اور اس طرح روحانیت قائم رہتی ہے۔ جو شخص اپنے سارے کاموں میں خدا تعالیٰ کی طرف نظر رکھتا ہے۔ اس میں

مذہب کی روح

باقی رہتی ہے۔ اور جو دنیوی سامانوں اور تدبیروں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ وہ مردہ ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ لیکن اس سے قوموں کی زندگی بدل جاتی ہے۔ اور افراد کے نظریئے بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی خدمت کرنے والے کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں۔ وہ کپڑوں اور مکان کے محتاج بھی ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی کھاتے تھے۔ پیتے بھی تھے۔ کپڑے بھی پہنتے تھے اور مکان میں بھی رہتے تھے۔ قرآن کریم میں کفار کا یہ اعتراض درج ہے۔ کہ یہ کیسا نبی آگیا۔ یہ تو ہماری طرح بازار میں چلتا پھرتا ہے کھانا کھاتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ اب اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حوائج انسانی سے مستثنیٰ نہیں تھے تو

سوال پیدا ہوتا ہے

کہ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک عام دنیا دار میں کیا فرق ہے۔ فرق صرف یہی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے لئے زندہ رہتے تھے کھانا پینا یا کپڑا پہننا درمیانی شغل تھا۔ لیکن دنیا دار دنیا میں صرف کھانے پینے کے لئے زندہ رہتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی خدا تعالیٰ کا بھی ذکر کر لیتا ہے۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ آپ نے ان چیزوں کا انکار کیا ہے۔ انہیں دھتکارا اور رد کیا ہے۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے پچاس روپے کی ضرورت ہے۔ مجھے مہیا کر کے دو۔ اور اگر تم مجھے پچاس روپے نہیں دیتے۔ تو تم جہنم میں جاؤ۔ میں تمہیں قرآن نہیں پڑھاتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کفار نے فاقے بھی دیئے۔ آپ کے رستے بھی روکے آپ کو اور آپ کے متبعین کو مارا پیٹا بھی۔ آپ کی ہتک بھی کی اور آپ کے عزیزوں اور پیاروں کو دکھ بھی دیئے۔ لیکن آپ نے فرمایا تم جو چاہو کرو۔ میں نے یہ کام کرنا ہے۔ گویا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

قرآن پڑھاتے ہیں۔ اور اس کے بدلہ کا ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ تم نہیں دیتے تو نہ دو۔ لیکن ایک دنیا دار کہتا ہے کہ تم دو گے کیا؟ اگر وہ اسے کچھ نہیں دیتے تو وہ کہتا ہے۔ میں نے کیا کھو کا مرنا ہے۔ میں کوئی اور کام تلاش کر لیتا ہوں۔ تم نے اگر قرآن پڑھنا ہے تو میرے گزارے کا بھی انتظام کرو۔ گویا ایک مولوی بھی قرآن پڑھاتا ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی قرآن پڑھاتے تھے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک عام مولوی میں یہ فرق ہے کہ مولوی کہتا ہے کہ میرا چالیس روپے ماہوار میں گزارہ نہیں ہوتا۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ تم چالیس روپے مجھ سے لے لو۔ مجھے گالیاں دے لو۔ میں نے تو اپنا کام کرنا ہے۔ بظاہر یہ معمولی فرق ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں ایک رسول بن جاتا ہے اور ایک مولوی اور ایک رسول اور ایک مولوی میں جو فرق ہے تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے انسان یہ تو اندازہ لگا سکتا ہے کہ دور کا ایک ستارہ جو سورج سے بھی ہزاروں میلوں کے فاصلہ پر ہے۔ وہ زمین سے کتنی دور ہے۔ لیکن

تم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے

کہ ایک رسول اور ایک مولوی میں کیا فرق ہے۔ یہ کیوں ہوا۔ یہ اسی لئے ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ میں قرآن کریم کے بدلہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ لیکن ایک مولوی کہتا ہے میں تمہیں قرآن پڑھاؤں گا حدیث سناؤں گا لیکن تم مجھے دو گے کیا؟ غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک مولوی میں یہ فرق ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے کے بدلہ میں کچھ نہیں مانگا۔ لیکن مولوی اس کے بدلہ میں اپنے گزارے کے لئے کچھ مانگتا ہے

یہی وجہ ہے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں سے کوئی موسےٰؑ کا مثیل ہوا کوئی عیسےٰؑ کا مثیل ہوا۔ کوئی داؤدؑ کا مثیل ہوا۔ اور کوئی سلیمانؑ کا مثیل ہوا۔ آپ کے صحابہؓ ستارے تھے۔ جو دنیا کے لئے راہ نمائی کا موجب بنے۔ لیکن عام علماء میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے پردے پر اگر کوئی ذلیل ترین وجود دیکھنا ہو تو وہ انہیں دیکھے۔ گویا ایک کے متبعین میں سے ادنےٰ سے ادنےٰ افراد بھی ستارے ہیں اور ایک کے ساتھیوں میں سے وہ وجود بھی ہیں جو دنیا کے پردے پر ذلیل ترین سمجھے جاتے ہیں یہ فرق صرف روحانیت کا ہے پس

تم خدا کے لئے ہو جاؤ

خدا تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ تم کھانا نہ کھاؤ۔ پانی نہ پیو۔ کپڑا نہ پہنو۔ اور مکان میں نہ رہو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ میں تمہیں یہ سب چیزیں دوں گا۔ ہاں تم نیت کر لو۔ یہ چیزیں ملتی ہیں تو لیں نہیں ملتی تو نہ لیں۔ ہم نے کبھی کوئی ایسا نبی نہیں سنا۔ جسے پہننے کے لئے کپڑے میسر نہ ہوں۔ انہیں بھی ہر حال کپڑے میسر آجاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جیسے کپڑے مل جائیں مل جائیں۔ لیکن پہننے ضرور ہیں۔ اور کپڑے ایک مولوی ایک عام دنیا دار مسلمان اور ایک عیسائی بھی پہنتا ہے۔ ان میں یہی فرق ہے۔ کہ ایک نے اللہ تعالیٰ کو مقدم رکھا۔ اور دنیا کو مؤخر اور دوسرے نے دنیا کو مقدم رکھا اور خدا کو مؤخر اور یہی تھوڑا سا فرق ہے۔ جس کی وجہ سے ایک رسول بن گیا اور ایک دنیا دار مولوی بن گیا۔

غرض روحانیت کے لئے

ارادہ اور نیت کی ضرورت ہے تم خدا تعالیٰ کو اپنے تمام امور میں مقدم کر لو۔ تمہیں روحانیت مل جائے گی۔ اور روحانیت والا گھوڑے کو آگے باندھتا ہے۔ اور گاڑی کو پیچھے۔ لیکن ایک دنیا دار گاڑی کو آگے باندھتا ہے اور گھوڑے کو پیچھے۔ کہنے کو تو یہ ایک معمولی سی بات ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو لوگ اس پر ہنسنے لگ جائیں۔ پس تم خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو اور دنیا کو مؤخر۔ اسی کا نام روحانیت ہے۔ لیکن اگر تم خدا تعالیٰ کو مقدم اور دنیا کو مؤخر نہیں رکھتے تو اس کا نام روحانیت نہیں ؟

(الفضل ۲۹/۶؍)

ولادت و درخواست دعا

میرے بڑے لڑکے میرزا محمود خاں کو خدا تعالیٰ نے مورخہ ۷؍جون کو لڑکا عطا فرمایا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو خادم دین بنائے۔ اور لمبی عمر عطا کرے زچہ کو صحت و تندرستی عطا کرے نیز احباب میری صحت کیلئے بھی دعا فرمائیں۔
خاکسار راجہ غلام محمد صدر جماعت احمدیہ بک ایفریقہ

تصحیح مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کے ۱۹؍مورخہ ۱۲ مئی کو بورڈ کا تذکرہ شادہ موصوف کا تیسرا انہیں عکا ہوتھا زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اب بھائی کو نیک اور دیندار

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت غیر مسلموں کی نظر میں

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مؤلف "اصحاب احمد"۔ قادیان

(نوٹ:۔ خطوط وحدانی والے الفاظ خاکسار کی طرف سے ہیں:)

(۱)

لالہ و حضرت رام صاحب چوپڑہ ساکن قادیان کی عمر اس وقت تقریباً انہتر سال ہے۔ ان کا اصل وطن راہوں ضلع جالندھر ہے اور ۱۸۹۹ء میں وہاں وہ اور خاکسار کے والد صاحب چوتھی جماعت میں ہم جماعت تھے۔ ان کا ایک بیٹا انجینئر ہے۔ انہوں نے خاکسار کے استفسار پر بتایا کہ میں (حضرت صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد صاحب (مدظلہ العالی) کا ہم جماعت ہوں۔ کئی بچے دار المسیحؑ میں کھیلنے کے لئے آتے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ (حضرت ام المومنین رض) ہم سب سے ساتھ اپنے بچوں کا سا سلوک فرماتی تھیں۔ جو کچھ ان کو کھانے کو دیتیں وہی ہمیں بھی دیتیں جب آپ بڑے باغ میں دیگر خواتین کے ہمراہ سیر کو جاتیں تو ہم بھی وہاں چلے جاتے۔ اس وقت ابھی بہشتی مقبرہ کا قیام نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کے متعلق مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ وہ سیر کے لئے ہندو بازار میں سے گذرتے اور ان کے ہمراہ کئی سو احمدی ہوتے۔ دکاندار (حضرت) مرزا صاحبؑ کے احترام کے لئے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ لالہ ملاوامل صاحب اور لالہ شرمپت صاحب آپؑ کے ساتھ ایسے گہرے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے کہ عدم فرصت وغیرہ کی وجہ سے دوسروں کی ملاقات بند بھی ہوتی تب بھی یہ دونوں جس وقت چاہتے ملاقات کر لیتے تھے۔

اس وقت کے صحابہ کرام رض کا ذکر آنے پر لالہ جی نے کہا کہ (حضرت) مولوی شیر علی صاحبؓ میرے استاد تھے (حضرت) مولوی سرور شاہ صاحبؓ ہمیں دینیات پڑھاتے تھے۔ کئی کئی دن تک سورۃ فاتحہ کی ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے جو ختم نہ ہوتی۔ حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحبؓ سابق مہر سنگھ بھی ہمارے استاد تھے۔ ان کو مذہبی گفتگو کا اس قدر شوق تھا کہ اگر کوئی طالب علم بھی گفتگو شروع کر دیتا تو پھر سارا وقت اسی میں ہی صرف ہو جاتا۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی یہ سب فرشتہ سیرت تھے۔

(۲)

سردار آتما سنگھ ولد سردار بوٹا سنگھ قوم کمبوہ موضع بوٹر کلاں نزد قادیان کے باشندے ہیں۔ انہوں نے خاکسار کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میری عمر اس وقت اسی پچاسی سال کی ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ بڑے میاں صاحب والد مرزا محمود احمد صاحب (حضرت مرزا صاحبؑ) موضع بٹر کلاں کی طرف سیر کے لئے جاتے تھے۔ آپ کے آنے پر ہم دونوں بھائی کھیت کا کام چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے آپ کو کئی بار راستہ کے دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر اشارہ کرتے ہوئے یہ کہتے سنا کہ دونوں طرف آبادی ہو جائے گی۔ اس وقت یہ حالت تھا کہ موضع بٹر کلاں کے راستہ کے قریب ایک چھپڑ (جوہڑ) تھا جس سے خوف آتا تھا۔ ہم دونوں بھائی آپ کی اس بات پر تعجب کرتے تھے۔ لیکن بالآخر ہماری آنکھوں کے سامنے ہائی سکول اور محلے تعمیر ہوئے اور آباد ہوئے اور آپ کی بات پوری ہوئی۔

سردار صاحب نے بتایا کہ منارۃ المسیح کی بنیاد اتنی گہری رکھی گئی تھی کہ زمین سے پانی نکل آیا تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے۔

نیز سردار صاحب نے بتایا کہ میں (حضرت) مرزا صاحبؑ کے جنازہ کے ساتھ بٹالہ سے قادیان آیا تھا۔ آپؑ نیک باتوں کی تلقین کرتے تھے ہمیں ہی نہیں بلکہ ہر ایک کو آپ اپنی شکل و صورت سے ہی نیک نظر آتے تھے

(۳)

خاکسار کے استفسار پر سردار بخشیش سنگھ صاحب ولد سردار ہنا سنگھ صاحب قوم رانگڑھیا سکنہ قادیان نے بیان کیا کہ:۔

"میں موجودہ میاں صاحب (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ) کا ہم جماعت ہوں۔ عمر میں ان سے دو سال کے قریب بڑا ہوں سات آٹھ سال کی عمر میں ہم کئی بچے آپ کے گھر (دار المسیح) میں کھیلنے کو چلے آتے تھے۔ اور حضرت میاں صاحب کو ہم پہنا کر ایک کرسی پر بٹھلا دیتے اور ہم اور دوسرے سارے بچے ان کی سپاہ (فوج) بن جاتے۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے کھچڑی بنا کر رکھی ہوتی تھی یعنی بادام اور اخروٹ کے مغز ملا کر رکھے ہوتے تھے۔ وہ ہم سب بچوں کو کھچڑی کھانے کے لئے دیتیں۔ وہ بہت اعلےٰ اخلاق کی مالک تھیں اور بڑے مرزا صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) بھی ہمیں اپنے بیٹوں جیسا عزیز سمجھتے تھے۔ اور ہمارے متعلق فرماتے تھے۔ کہ یہ ہماری بہن کے بیٹے ہیں۔ ان کی والدہ قادیان کی ہیں اسلئے ہماری بہن ہیں۔

نیز سردار صاحب نے بیان کیا کہ بڑے مرزا صاحبؑ ہمہ صفات متصف تھے۔ آپ جب باہر نکلتے تو غیر از جماعت لوگ بھی آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے جو کوئی آپ سے بدمعاملگی سے پیش آتا آپ اس کی بدسلوکی کو نظر انداز کرتے۔ آپ کے چچا زاد بھائی مرزا نظام الدین صاحب ہمیشہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ لیکن آپ ان سے ہمیشہ احسان سے ہی پیش آتے تھے۔ جب مرزا نظام الدین صاحب نے مسجد مبارک کا راستہ دیوار تعمیر کر کے بند کر دیا۔ اور نمازیوں کو دور سے ہار کی گلی میں سے چکر کاٹ کر مسجد تک پہنچنا پڑتا تھا (حضرت) مرزا صاحب چاہتے۔ تو یہ بات ان کے لئے چنداں مشکل نہ تھی۔ کہ اس دیوار کو گرا دیتے یا اسے بننے ہی نہ دیتے۔ لیکن آپ نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے عدالت کی طرف رجوع کر کے چارہ جوئی کرنے کے طریق کو اختیار کیا۔

اس زمانہ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے سردار صاحب نے بتایا کہ (حضرت) مرزا صاحبؑ کے ساتھیوں کی کپیاں، ٹوکریاں وغیرہ لابھا نامی برہمن چھین لے جاتا تھا۔ لابھا کی کیا جرأت تھی کہ وہ یہ کام کر سکتا۔ وہ مرزا نظام الدین صاحب کا آلہ کار تھا۔ اور یہ ساری شرارتیں ان کی شہ پر ہی کرتا تھا اور ٹوکریاں وغیرہ چھین کر ان کے ہاں پہنچا دیتا تھا۔ سردار صاحب نے سید احمد نور صاحبؓ کابلی والے مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت مارپیٹ ہوئی اور ہم دس بارہ غیر مسلموں پر بلوہ کا مقدمہ دائر ہوا۔ بلوائیوں کی فہرست میں میں اور میرے بڑے بھائی سردار پرتاب سنگھ صاحب کے نام بھی شامل تھے۔ ہمارے درخواست کرنے پر (حضرت) مرزا صاحبؑ نے (حضرت) شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی کو بلا کر ہدایت کی کہ تحصیلدار صاحب بٹالہ کے پاس جائیں اور ان سے کہہ دیں کہ ہم نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت عرفانی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ باوجود میرے عرض کرنے کے کہ یہ مقدمہ فوجداری ہے اور سرکار کی طرف سے دائر ہے۔ اور اب صرف فیصلہ سنائے جانے کیلئے پیشی مقرر ہے حضورؑ نے یہی حکم دیا کہ ہماری طرف سے آپ جا کر یہ کہہ دیں۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب نے ان بلوائیوں کو شرمندہ کیا کہ ایسے نیک شخص کو آپ لوگ تنگ کرتے ہیں۔ کہ جس نے مین سزا سنائے جانے کے وقت بھی آپ لوگوں کو معاف کر دیا ہے)

سردار صاحب مزید یہ بیان کرتے ہیں کہ سید احمد نور صاحب کابلی والے معاملہ میں لابھا برہمن کے بھائی کو سر پر چوٹ آئی تھی۔ جس کا علم ہونے پر (حضرت) مرزا صاحبؑ نے ایک طرف تو سید صاحب کو بلا کر کہا کہ ان دونوں پٹھانوں کو جو اس مارپیٹ کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ اور جن سے مدافعت کرتے ہوئے برہمن مذکور کو زخم آیا تھا فوراً ان کے وطن روانہ کر دیں۔ اور فرمایا یہ غیر مسلم ہمارے ہموطن ہیں۔ ہمیں ان کا ہر طرح لحاظ ہے۔ اور دوسری ایک سو روپیہ کا نوٹ لابھا برہمن کے بھائی کو بھجوایا کہ آپ اسے اپنی غذا اور دوا پر صرف کریں۔ اور مقدمہ تک نوبت نہ پہنچائیں۔ لیکن چونکہ برہمن مذکور نے دوسرے لوگوں کی شہ پر مقدمہ دائر کر دیا یا رپٹ لکھوا دی اسلئے بالمقابل بلوہ والا معاملہ اٹھانا پڑا۔

سردار صاحب نے مزید یہ بتایا کہ (حضرت) مرزا صاحبؑ کو کوئی غریب اپنے گھر پر بلاتا تو آپ (وہاں) بلا تکلف چلے جاتے۔ اور اس بات کو اپنی کسر شان کا موجب خیال نہ کرتے۔ آپ غریبوں کے لئے درد مند دل رکھتے تھے۔ اور مان سے بلکہ ہر ایک سے حسن سلوک کرتے تھے۔ آپ بہت رحم دل تھے۔ بلکہ فقیر منش تھے۔ اگر کوئی مزارع تین چار سال تک معاملہ ادا نہ کرے تو قانون کی رو سے اسے مالک بے دخل کرا سکتا ہے مجھے یاد ہے کہ آپ کے صاحبزادہ (حضرت) مرزا سلطان احمد کے سربراہ کے طور پر مرزا نظام الدین صاحب

نے کہلا بھیجا کہ نسلان مورو ثی کے خلاف بے دخلی کا دعوےٰ دائر کرنا ہے آپ بھی دستخط کر دیں تو مرزا صاحبؑ (حضرت مسیح موعودؑ) نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چونکہ موروثی غریب ہے معاملہ ادا کرنے کی اُسے توفیق نہیں تھی۔ اسلئے اس نے ادا نہیں کیا تو آپؑ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا کہ جبکہ اس کے پاس روپیہ نہیں تو وہ ادا کہاں سے کرے۔ آپ چاہیں تو اپنے حصہ کا دعوےٰ دائر کر دیں۔ میں اپنا حصہ معاف کرتا ہوں۔

نیز سردار صاحب نے بیان کیا کہ (حضرت) مرزا صاحب میں کمال کی رواداری تھی۔ میرے والد صاحب بیمار ہوئے تو آپؑ اور (حضرت) حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ روزانہ بیمار پرسی کے لئے آتے تھے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے لئے چاول درکار تھے۔ پیر محمد یوسف صاحب بھڑ والے کے سپرد یہ کام تھا۔ آپ نے ان سے میری والدہ صاحبہ کا ذکر کیا کہ ان کے ہاں چاول ہوتے ہیں۔ ہم ان سے خریدتے رہتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کرلیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے چاول پکا کر دیکھے اور عرض کیا کہ چاول تو بہت اچھے ہیں۔ لیکن امرتسر سے فی روپیہ آدھ یا ایک پاؤ چاول زیادہ مل سکیں گے۔ مرزا صاحبؑ نے فرمایا کہ انہی سے خرید لو۔ اس طرح سب روپیہ ہمارے ہی گھر رہے گا۔ وہ ہماری بہن ہیں۔ ایک آدھ پاؤ کی کمی کوئی بات نہیں۔ پیر صاحب نے حضرت صاحب کی اس بات کا ذکر میری والدہ صاحبہ سے کیا کہ انہوں نے کہا کہ آپ امرتسر کے بھاؤ سے ہی چاول لے لیں۔

سردار صاحب نے یہ بھی ذکر کیا کہ مجھے یاد ہے (حضرت) مرزا صاحب ہمیں یہ نصیحت کرتے تھے کہ قادیان بہت آباد ہو جائے گا اور ترقی کرے گا۔ آپ لوگ بھی بیشک ڈھاب وغیرہ کے کچھ حصوں پر قبضہ کرلیں۔ آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی قبضہ کر لینے دیں۔ ہم کہتے تھے ہمیں تو یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ قادیان ترقی کرے گا۔ اور آپ جو مدرسہ وغیرہ کی عمارتیں تعمیر کر رہے ہیں ہماری سمجھ میں تو یہ عمارتیں بھی ویران ہو جائیں گی۔ اور یہاں بھی گدھے وغیرہ جانور بندھا کریں گے۔

سردار صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ (حضرت) مرزا صاحب تارک الدنیا تھے اور فقیرانہ رنگ رکھتے تھے۔ چنانچہ مجھے قادیان کے متصل موضع (منگل باغباناں) کے نمبردار میاں عمر بخش نے یہ واقعہ بتایا تھا کہ مرزا اعظم بیگ صاحب کو قادیان کی اراضی مل گئی۔ اور مقدمہ میں ناکامی ہوئی تو (حضرت) مرزا صاحبؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے مجھ سے شکوہ کے رنگ میں کہا کہ میاں عمر بخش! میری تو اولاد ہے نہیں۔ میں ساری تگ و دو اپنے چھوٹے بھائی کی اولاد کی خاطر کرتا ہوں۔ ان کو کوئی فکر ہی معلوم نہیں ہوتا اور انہوں نے اس جائیداد سے متعلق مجھ سے اظہار افسوس تک نہیں کیا۔ یہ بات میں نے (حضرت) مرزا صاحبؑ کو جا سنائی۔ فرمانے لگے۔ آپ ان سے کہدیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ اتنا عرصہ اس اراضی سے فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملا۔

مشرقی افریقہ کے علاقے کسموں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت

نو سو میل کا تبلیغی سفر۔ وسیع پیمانے پر اسلامی لٹریچر کی تقسیم۔ پادریوں سے تبادلہ خیالات

چھ افریقی باشندوں کا قبول اسلام۔ سہ ماہی رپورٹ بابت جنوری تا مارچ ۱۹۶۱ء

(از مکرم حافظ محمد سلیمان صاحب مبلغ مشرقی افریقہ۔ مقیم کسموں)

عرصہ زیر رپورٹ میں چند شہروں کا دورہ کیا اور اسلامی لٹریچر قیمتاً اور مفت تقسیم کیا۔ اسی طرح بس اور ریل میں سفر کرتے ہوئے تبلیغ کا موقع ملا۔

ایک دفعہ LITEAN کے بازار میں پمفلٹ تقسیم کر رہا تھا۔ تو ایک پادری صاحب میرے پمفلٹ پر یسوع مسیح کا نام دیکھ کر میرے پاس آئے۔ پہلے تو یہ سمجھ کر کہ شاید میں مسیحی منّاد ہوں خوش ہوئے لیکن جب اس پمفلٹ کو عیسائیت کے خلاف دیکھا تو ان کی اور میری الوہیت مسیح پر گفتگو شروع ہوگئی۔ میں نے انہیں انجیل سے تردید الوہیت مسیح پر بعض حوالجات نکال کر دکھائے اور سمجھایا کہ یہ ٹھیک ہے کہ بائیبل میں حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ لیکن بائیبل میں بعض اور لوگوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ، سلیمانؑ، داؤدؑ وغیرہم تو تم ان سب کو خدا کا بیٹا کیوں نہیں مانتے۔ اس پر بعض سامعین میرے ہمخیال ہو گئے۔ تو پادری صاحب کو جوش آیا اور کہا کہ وہ لوگ صلیب پر نہیں مرے۔ لیکن یسوع مسیح صلیب پر مر کر ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ میں نے سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ انصاف سے جواب دیں کہ کیا اب حضرت مسیحؑ کو ماننے والوں میں گناہ بالکل ختم ہو گئے ہیں۔ اور یہ کتنا مذہب کے ساتھ تمسخر ہے کہ گناہ آپ لوگ کریں اور بارِ گناہ حضرت مسیحؑ اُٹھائیں۔ پھر میں نے کہا یہ بھی غلط ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں۔ آپ کی انجیل کہتی ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرے۔ اس کے ثبوت میں میں نے اسی وقت انجیل سے بعض حوالجات نکال کر دکھائے۔ اس پر پادری صاحب نے غصہ میں آ کر کہا تم جو کچھ کہہ رہے ہو غلط ہے۔ تم گناہوں میں مر جاؤ گے۔ میں نے کہا مرنا تو ہر انسان نے ہے کوئی انسان موت سے بچ نہیں سکتا۔ لیکن اسلام کی رو سے میں سچا مسلمان ہوں کیونکہ قرآن کے نزدیک جو شخص خدا و رسول پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ سچا مسلمان ہے لیکن انجیل کی رو سے تم سچے مسیحی نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ نے سچے مسیحی کی جو علامات بتائی ہیں۔ وہ تم میں نہیں پائی جاتیں۔ انجیل کی رو سے سچا مسیحی پہاڑ کو سرکا سکتا ہے۔ آپ پہاڑ کو چھوڑ دیں اگر آپ نے سامنے والی دکان کو سرکا دیا تو میں مان لوں گا کہ آپ سچے مسیحی ہیں۔ ورنہ آپ لوگوں کو اس وقت مغالطہ دے رہے ہیں۔ ہماری یہ گفتگو اندازاً تین گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس پر پادری صاحب چلے گئے اور یہ کہتے گئے کہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ تم کبھی نہیں بچ سکتے۔

دوسرے دن میں Macadden Mine گیا وہاں کافی مزدور کام کرتے ہیں۔ جو عیسائیت کے اثرات سے محفوظ ہیں وہاں کے افریقن مجھے مسلمان مشنری دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے میری کتب خریدیں اور دوسرے دن کو تبلیغ کی تحریک کی۔ ایک دفعہ افریقن جمع ہو گئے ان کو تبلیغ کی اور مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیئے۔ مذہب ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ ہم حضرت مسیح کو کیا مانتے ہیں اور کیوں؟ اسلام میں عورت کی حیثیت۔ اسلامی عبادات کا فلسفہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔

اس سفر سے جب واپس آ رہا تھا تو بس میں ایک زیر تبلیغ افریقن ملا۔ اس کو کتاب "All About Jesus" دی۔ اس نے کچھ حصہ پڑھ کر کہا مسٹر سلیمان میں آپ سے متفق ہوں کہ حضرت مسیح خدا تعالیٰ کے بیٹے نہیں تھے۔ یہ سن کر دوسرے افریقن جو بس میں ان کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہنے لگے کیا تم بائیبل کو مانتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں" میں بائیبل کو مانتا ہوں۔ لیکن بائیبل کی رو سے یہ حضرت مسیح خدا تعالیٰ کے بیٹے ثابت نہیں ہوتے۔ چنانچہ ان کی گفتگو پہلے انگریزی میں شروع ہوئی۔ پھر لوکل زبان میں باتیں کرتے رہے آخر میں ایک افریقن نے کہا کہ ٹھیک ہے کہ اگر یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بیوی تسلیم کرنا پڑتا ہے جب کوئی بچہ نہیں ہو سکتا۔

ماہ فروری میں اس علاقہ کا دورہ کیا گیا جہاں ہماری جماعتیں قائم ہیں۔ اور دو افریقن مسلم مسٹر رجب اور مسٹر بشیر کام کرتے ہیں۔ سب سے پہلے بالا اور کیبا کی جماعت میں گیا اور تین دن یہاں ٹھہرا یہاں کے افریقن لوگ ایک جگہ شہر کی صورت میں نہیں رہتے بلکہ ہر ایک افریقن اپنی زمین میں رہتا ہے۔ ہم تینوں صبح سویرے تبلیغ کو جاتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے۔ اس علاقہ میں تین دن رہا اور ہر دن اللہ تعالیٰ نے ایک افریقن کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

پھر اس کے بعد لیگو گیا۔ وہاں دو دن رہا۔ وہاں بھی دو افریقن اسلام میں داخل ہوئے۔ نو افریقن بچوں کے اسلامی نام رکھے اور اپنی جماعت کے بچوں کو نماز، اس کا ترجمہ اور بعض اسلامی مسائل اور بعض دعائیں سکھائیں غیر از جماعت لوگوں کو بائیبل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں پڑھ کر سنائیں۔

ایک یورپین جو P.W.D کے افسر تھے دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ مجھے اکیلا شام کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھا کہ تم اس وقت یہاں اکیلے کیوں پھر رہے ہو (کیونکہ آجکل اکیلے ایشین کا پھرنا خطرہ سے خالی نہیں) میں نے کہا کہ میں مسلم مشنری ہوں اور یہاں ہماری جماعت ہے اور میں تین دن سے یہاں مقیم ہوں۔ اس طرح ہماری بات چیت شروع ہو گئی۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت جماعت احمدیہ کی غرض و غایت اور جماعت کے مشن جہاں جہاں کام کر رہے ہیں اس کے متعلق اسے آگاہ کیا۔ اس یورپین کو اسلام کی کتب دیں جو اُس نے بڑے شکریہ کے ساتھ قبول کیں۔ پھر اس نے کہا کہ میں کل اپنے گھر ایلڈوایٹ جا رہا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں دو دن کے بعد واپس آ جانا تھے چنانچہ میں اس کے

ساتھ گیا۔ ایلڈوریٹ یہاں سے ستر میل پر ہوگا۔ راستہ میں اس نے اپنے کئی مشن دکھائے جو بہت بڑے اور وسیع پیمانے پر کام کر رہے ہیں۔ بعض مشنری کالج دکھائے جہاں جرمنی اور انگلستان کے پروفیسر کام کرتے ہیں۔ اور ہر مشن کے ساتھ ایک ہسپتال ہے۔ جہاں سینکڑوں افریقن آتے ہیں۔ علاج معالجہ کے علاوہ ان کو عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ یہ حالات دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسے خدا تو ہی ہے جو اپنی قدرت کاملہ سے ہم کو ان پر فتح بخش سکتا ہے۔ ورنہ ظاہری سامان اس وقت ہمارے پاس کہاں کہ ان کا صحیح طور پر مقابلہ کیا جاسکے۔ راستہ میں مختلف مقامات پر ٹھہر کر پمفلٹ تقسیم کئے۔

خاکسار دو دن نکوارو رہا۔ وہاں ۱۰ مختلف افراد تک پیغام حق پہنچایا۔ اور ۵۰ پمفلٹ اور کتب تقسیم کیں۔

اسی سفر میں جانوروں کو ذبح کرنے کا ایک عجیب طریق دیکھا۔ یہ لوگ جانور کو یکدم ذبح نہیں کرتے۔ بلکہ پہلے گردن کے چمڑے کو تھوڑا سا چیر اسے کر وہاں خون کے جمع ہونے کی جگہ بناتے ہیں۔ پھر جانور کی رگوں کو آہستہ آہستہ کاٹتے ہیں تاخون زمین پر گر کر ضائع نہ ہو جو نا جتنا خون نکلتا ہے۔ اس کو ایک برتن میں ڈالتے رہتے ہیں پھر اسے فروخت کرتے ہیں۔ اس طریق سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور آسانی سے جان نہیں نکلتی۔ اس ضمن میں ذبح کرنے والے کو جو سنی مسلمان تھا سمجھایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے طریق سے جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر اس علاقہ کے چیف سے مل کر ساری حقیقت بتائی اس نے کہا میں آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا۔

رمضان المبارک

مکرم رئیس التبلیغ صاحب نے رمضان المبارک میں نیروبی پہونچنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ اس کی تعمیل میں نیروبی پہنچا۔ وہاں پر روزانہ نماز صبح کی نماز کے بعد حدیث کا درس دیتا رہا۔ بحمد اللہ الدین قرآن کریم کا درس دیا اور نماز تراویح میں بھی قرآن پاک ختم کیا۔ رمضان کے آخری نصف میں سلسلہ کا لٹریچر بھی دن میں فروخت کرتا رہا۔ تقریباً ۱۵۰ شلنگ کا لٹریچر فروخت کیا۔

عید الفطر

عید کے موقعہ پر مکرم منیر الدین صاحب ۔۔۔۔ بادر حمیدی صاحب اور خاکسار وہاں کے قیدیوں کے پاس گئے۔ اور ان کے لئے مٹھائی خرید کرلے گئے۔ ۱۰۰ مختلف قیدیوں کو ملے۔ عید کی مبارک دی۔ اور مٹھائی پیش کی۔ اور آخر میں مختصر سی تقریب میں عید کے فلسفہ اور عید کی خوشی پر بعض باتیں ان کو سنائیں۔

ایک نومسلم یورپین اور ایک ہندو سے ملاقات

رمضان المبارک کے بعد کسموؤ الپس آتے ہوئے ایک ہفتہ نکورو میں مکرم محمد اکرم صاحب کے ہاں ٹھہرا نیروبی سے بعض کتب لایا تھا ان کو وہاں کے مختلف لوگوں سے مل کر فروخت کیا۔ وہاں مسٹر ٹھاکر ملے جو یورپین سکول میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے مسلم مشنری دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایک دفعہ مجھے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہسٹری کے لئے چند کتب کی ضرورت محسوس ہوئی تو مجھے ایک یورپین نے ایک کتاب دی۔ جس میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر انتہائی نکتہ چینی کی ہوئی تھی۔ میں نے اسے پڑھنا بند کر دیا۔ اس خیال سے کہ جس ہستی کو اتنی دنیا اپنا روحانی پیشوا اور نجات دہندہ مانتی ہے۔ اس کا کیریکٹر اتنا خراب نہیں ہوسکتا۔ تو مجھے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو کسی مسلمان نے لکھی ہو۔ اس وقت میرے پاس "لائف آف محمد" کتاب تھی۔ وہ انہیں دی۔ انہوں نے تین دن میں پڑھ کر شکریہ سے واپس کی۔ اور کہا کہ میں نے اس سے کچھ نوٹس لئے ہیں اور اس میں کئی نئی باتیں پڑھیں۔

پھر ایک دن مکرم محمد اکرم صاحب سے معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں ایک یورپین نومسلم ہے۔ جو باہر ریزرو میں اپنے فارم میں رہتا ہے۔ اور اسلام سے کافی دلچسپی رکھتا ہے۔ جس کا پورا پتہ ایگرٹن سے معلوم ہوگا۔ جو نکورو سے ۸ میل پر ہے۔ چنانچہ میں ایگرٹن پہنچا تو وہاں ایک شخص سے اس یورپین کے فارم کا پتہ لگا جو ریزرو سے دو میل پر ہے۔ چنانچہ وہاں سے بس لی۔ اور دس میل کے بعد بس سے اتر کر اس کے گھر کو پیدل چل پڑا۔ جب ایک میل گیا تو بارش کے آثار نظر آنے لگے۔ پاس کوئی مکان نہ تھا جس سے بارش سے بچاؤ ہو سکے۔ کافی خطرناک راستہ تھا۔ آخر بارش شروع ہوگئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا تیرے مسیح پاک کا پیغام پہنچانے جا رہا ہوں۔ تو صحیح راہنمائی فرما۔ یا تو اس کے گھر پہونچ سکوں یا کہیں آرام سے رات گذار سکوں۔ چنانچہ اس کے بعد اچانک اس کا مکان نظر آیا۔ جونہی اس کے پاس گیا تو اس نے دور سے السلام علیکم کہا۔ اور آگے بڑھ کر ملا۔ اس نے مجھے اس بارش میں پیدل آتے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا کہ آپ کدھر سے آئے ہیں میں نے کہا کہ میں احمدی مسلم مشنری ہوں مجھے نکورو سے آپ کا علم ہوا۔ پھر ایگرٹن جا کر آپ کے مکان کے متعلق پوچھا۔ اور صاحب آپ کو فقط مسلمان سن کر ملنے آیا ہوں۔ وہ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوا۔ اور کہا میں چار سال سے اسلام کو سٹڈی کر رہا ہوں اور مجھے مسلم مشنری کی بہت ضرورت تھی۔ جو مجھے عربی میں نماز کا پڑھنا اور پھر نماز پڑھنے کا طریق بتائے۔ اور میں نے اسلام کی تمام جماعتوں سنی شیعہ اسماعیلی سے ان کے مشنری کے متعلق پوچھا لیکن کسی جماعت کا مشنری آج تک نہیں دیکھا۔ صرف آپ کو دیکھا ہے جو اس بارش میں چل کر میرے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تو دو سال سے یہی کام ایسٹ افریقہ میں کر رہا ہوں اس کے بعد اس نے اپنی ایک بہت بڑی لائبریری دکھائی۔ جس میں چار قرآن کریم انگلش میں مترجم تھے۔ کئی کتب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر تھیں۔ ان کے علاوہ اسلام کا کافی لٹریچر اس کے پاس تھا۔ چنانچہ میں تین دن اس کے پاس ٹھہرا۔ اسے نماز عربی میں پڑھنی سکھائی۔ اور پنجوقت نماز باجماعت ادا کرکے نماز ادا کرنے کا طریق بتایا۔ اسی طرح اسلام کے کافی مسائل چھوٹے بڑے اسے بتائے۔ میرے پاس قاعدہ یسرنا القرآن تھا اس کے اسباق پڑھائے جماعت احمدیہ کے متعلق وہ پہلے پڑھ چکا تھا۔ اس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ جماعت احمدیہ کی غرض وغایت بتائی۔ اس وقت جہاں جہاں ہمارے مشن کام کر رہے ہیں۔ ان کے متعلق اس کو بتایا۔ اسلام کی بعض کتب اس کو دیں۔ تیسرے دن وہ مجھے لے کر نکورو آیا۔ مکرم اکرم صاحب نے اس کو چائے کی دعوت دی چنانچہ پانچ سے آٹھ بجے تک اسلام اور احمدیت کے مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔

کسموں کی کارکردگی

فجر کی نماز کے بعد درس حدیث دیتا رہا۔ بعد میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتا رہا۔ ایک بچہ قرآن کریم حفظ کر رہا ہے۔ اور آدھا پارہ حفظ کر لیا ہے۔ بس سٹینڈ پر بازار مسافروں میں پمفلٹ اور کتب تقسیم کرتا رہا دن میں کسموں شہر کے مختلف حصوں بس ٹیشن اسٹیشن اور بازاروں میں باہر سے آنے والوں کو مل کر اسلام اور جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچاتا رہا۔ مغرب کی نماز کے بعد عورتوں کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھاتا رہا۔ پہلا پارہ ختم ہوگیا ہے۔ کھانے کے بعد بچوں کو اسلامی کتب پڑھاتا رہا۔ اب کتاب سبیل ہدایت شروع ہے۔ اسلام کی کتب کا سیٹ ختم کر لیا۔

اتوار کو افریقن کوارٹرز میں جا کر مختلف لوگوں کو زبانی تبلیغ کرتا رہا۔

دسمبر کے آخری جلسہ کے دنوں میں جماعت میں تحریک کر کے روزے رکھے۔ تہجد کی نماز باجماعت ادا کر کے سیدنا حضرت امیر المومنین کی صحت اور جلسہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کی گئی۔

خلاصہ۔ اس عرصہ میں چھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ ۳۵۰ شلنگ کا لٹریچر تقسیم کیا۔ نو سو میل کا سفر کیا۔ بیس افریقن کو کتب برائے مطالعہ دیں۔ تیس افراد مشن میں آئے۔

رپورٹ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸ مئی بروز جمعرات زیر انتظام لجنہ اماء اللہ شاہجہان پور جلسہ سیرت النبی ؐ زیر صدارت بیگم صاحبہ حاجی عبد القدوس صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد عہد نامہ لجنہ اماء اللہ دہرایا گیا۔ نظم اعجاز صاحبہ نے پڑھی۔ امتہ الباری صاحبہ اور عجمی خالدہ صاحبہ نے آپ کی سیرت اور سادہ زندگی پر مضمون پڑھے۔ اعجاز فاطمہ صاحبہ نے سیرت نبوی کا ایک بے مثال پہلو کے عنوان پر تقریر کی۔ طرفہ خاتون صاحبہ نے آپ کے اسوۂ حسنہ کے عنوان پر مضمون پڑھا۔ آخر میں خاکسارہ نے واقعات ہجرت مدینہ پر تقریر کی۔

دوران جلسہ میں بچیوں نے نظمیں پڑھیں۔ غیر احمدی بہنوں نے بھی آپ کی شان میں نظمیں پڑھیں۔ دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ مہمانوں کی مٹھائی اور چائے سے تواضع کی گئی۔

خاکسارہ

اہلیہ محمد فاروق صاحب سیکرٹری لجنہ اماء اللہ شاہجہان پور

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا

از مکرم سید محمد احمد صاحب پراونشل امیر اڑیسہ

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا۔ انگریزی ترجانتا نہیں ہوں ضرور کسی مسجد کا پیش امام بن جاتا۔ اور نماز پڑھانے کے عوض ماہ بماہ اپنی چاندی کھری کرالیا کرتا۔ اگر پیش امامی کی جگہ خالی نہ ہوتی تو چند ہمراز لوگوں کو لے کر پیش امام کی مخالفت شروع کر دیتا۔ آمین بالجہر قرأت خلف الامام۔ ودالین۔ ضالین اور لفظ اشہد کے تلفظ وغیرہ وغیرہ صدہا اختلافی باتوں کی آڑ لے کر پیش امام کی شدید مخالفت کرتا کہ اس کی ناک میں دم کر دیتا۔ اور عوام کو اس کے خلاف برگشتہ کر کے اسے ہمیشہ امامی سے معزول کرا کے چھوڑتا۔ بس پھر کیا تھا میری بن آتی اور میں پیش امام آسانی سے بن جاتا۔

تعویذ گنڈوں۔ عمل حب۔ اسم اعظم وغیرہ وغیرہ ہتھکنڈوں سے اپنا تقدس اتنا بڑھاتا اتنا بڑھاتا کہ بہشت و دوزخ کا مالک واحد اجارہ دار بن جاتا۔ جس کو چاہتا جہنمی بناتا اور جسے چاہتا جنت میں داخل کرا دیتا خوب دولت و عزت کماتا اور خوشحالی سے زندگی بسر کرتا۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو کسی اخبار کا ایڈیٹر بن جاتا۔ اگر وہ اخبار ہفتہ وار ہوتا تو سہ روزہ ہو جاتا پھر سہ روزہ سے روزانہ نکلنے لگتا۔ اور اس کی اشاعت اتنی بڑھ جاتی کہ اس کے پرچے سونے کے مول بکنے لگتے۔ اس کا گر یہ ہے کہ میں احمدیت کے خلاف مضامین لکھتا۔ ایسے افسانے اور کہانیوں سے اسے مزین کرتا اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مرزا غلام احمد کو ایسی ایسی مغلظ گالیاں دیتا کہ لوگ بھڑک اٹھتے۔ اور قرض تمام کر کے میرے اخبار کے خریدار بن جاتے۔ پھر کیا تھا دولت و عزت میرے قدم چومتی اور میں مشاہیر عالم میں سے ہو جاتا۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو ملکوں ملک نکل جاتا اور احمدیوں اور احمدیت کے خلاف وعظ کرنا شروع کر دیتا آجکل نماز روزہ کے وعظوں میں کوئی لطف نہیں رہا۔ اس کے واعظ سینکڑوں ہو گئے اور اب ان وعظوں میں پیسے زیادہ نہیں ملتے۔ احمدیت کی مخالفت میں جو وعظ کیا جائے بس جیب بھر جاتے ہیں۔ خوب کماتا اور خوشحالی سے زندگی بسر کرتا۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو کسی سید ھے سادھے آدمی کو ساتھ لے کر دور دراز ملکوں میں نکل جاتا اور کہتا پھرتا کہ یہ شخص پہلے احمدی تھا میرے وعظ سے اس نے احمدیت سے توبہ کر لی ہے۔ احمدی اس کے دشمن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اس کا گھر جلا کر بے گھر بے در بنا دیا ہے۔ اسے بھی سکھا دیا ہوتا کہ وہ دہاڑیں مار کر رونا شروع کر دے۔ پھر کیا تھا۔ بے تحاشہ روپے برسنے شروع ہو جاتے اسی طرح دو چند جگہوں کے بعد اسے کچھ دے کر جدا کر دیتا اور اس کے گھر اسے بھیج دیتا۔ پھر کسی اور شخص کو لے کر کہیں اور چلا جاتا۔ وہاں جا کر یہی رٹ لگاتا پھر سالماً و غانماً گھر لوٹ آتا۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو حج کے بہانے گھر سے نکل جاتا۔ مسلمانوں سے چندہ وصول کرتے کراتے بمبئی پہنچ جاتا۔ وہاں کسی ہوٹل میں وقت گذار کر حاجیوں کا جب پہلا قافلہ آتا تو بڑی عقیدت و تپاک سے ملاقات کرتا۔ ان کا نام گام اور سفر کے واقعات وغیرہ سنتا اور یہ کہتا ہوا ان سے رخصت ہوتا تو رہے شان مورے شنان۔ اس کے بعد سر منڈاتا اور ایک بوتل میں کچھ پانی بھر کر اور ساتھ ریشمی کپڑوں کی تہوں میں لپیٹ کر اور ساتھ کچھ سرمہ سلائی لے کر پھیری لگاتا۔

سر منڈاتے ہی تو میں حاجی بن گیا تھا اب یہ پانی بھی زمزم کا پانی بن گیا اور سرمہ خالص کوہ طور کا سرمہ بنا۔ جس وقت کوہ طور پر خدا نے اپنی تجلی دکھائی تھی اسی وقت سارا پہاڑ اس کی تجلی سے جل گیا تھا۔ یہ اسی پہاڑ کا جلا ہوا پتھر ہے۔ رسول صلعم نے اسے مجلی البصر کہکر اسی تجلی کی طرف اشارہ فرمایا ہے وغیرہ وغیرہ پانی کے چند قطرے اور سرمہ کی چند سلائیاں اتنی برکت والی ہو جاتیں کہ میرے جیب نوٹوں سے بھر جاتے۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو کبھی مسجد کبھی مدرسہ کبھی یتیم خانہ کے بہانے چندہ وصول کرنے نکل جاتا۔ اور کافی روپے کماتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا۔ کہ مولوی صاحب ان روپوں کو ضرور مسجد یا مدرسہ یا یتیم خانہ میں لگا دیں گے۔ تو میں فوراً قسم کھا کر اسے مطمئن کر دیتا کہ ضرور بالضرور ایسا ہی ہوگا۔ جب گھر لوٹتا تو ان روپوں کی تھیلی کو نامبردہ عمارتوں کی دیواروں کے ساتھ لگا دیتا اور پھر سے آتا اور بیوی بچوں کے حوالے کر کے کہتا کلوہ ھنیئاً مریئاً۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو کسی مالدار شرابی سے کافی روپے وصول کر لینے کے بعد اسے یہ کہتا کہ آپ تو بہشتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس حوریں ہیں۔ غلمان ہیں۔ قیمتی ریشمی پردے ہیں۔ ... پرتن وظروف ہیں۔ اب بہشتوں کی یہ چیز رحیق مختوم ختامہ مسک بھی تو آپ ہی کا حصہ ہے۔ ہاں اتنی احتیاط ضرور کریں کہ شراب قیمتی اور بڑھیا ہو۔ دیسی و معمولی نہ ہو۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو میرا مکان خراب خستہ حالت میں نہ ہوتا۔ ایک پیسہ ہاتھ سے خرچ کئے بغیر پختہ عمارت کھڑی کرا لیتا۔ وہ اس طرح کہ اول کسی سے کچھ قرض لے کر اس کی دیواریں کھڑی کرا کے باہر نکل جاتا اور دور کے ملکوں کی سیر کرتا اور لوگوں سے اس لئے چندہ مانگتا کہ میں یتیم خانہ بنوا رہا ہوں۔ دیواریں کھڑی کرا دی ہیں۔ صرف چھت ڈالنی باقی ہے۔ ایسا کہنے میں میں حق بجانب ہوتا۔ کیونکہ میرے والدین بھی فوت ہو چکے ہیں اور بیوی کے والدین بھی۔ اب ہم تو یتیم ہیں۔ اور یہ ہم یتیموں کا گھر یتیم خانہ بن رہا ہے لوگ دھڑا دھڑ چندہ جمع کرنا شروع کر دیتے اور سینکڑوں روپیہ صدقہ و خیرات کے جمع کر کے گھر لے آتا قرضہ چکاتا اور باقی سے چھت ڈلوا دیتا۔ والعاملین علیھا کی مصداق یہ میرے بچے بھی اس میں شریک ہو جاتے کیونکہ آخر وہ ہم یتیموں کی خدمت کرتے ہیں۔ بڑی لڑکی تو گھر کے کام کاج میں ماموں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اور لڑکا بازار سے سودا سلف لے آیا کرتا ہے۔ رہی چھوٹی لڑکی۔ وہ تو کچھ کھاتی نہیں صرف دودھ پیتی ہے۔ قرآن شریف میں حرام ناجائز مال کھانا منع ہے نہ کہ پینا۔

اگر میں احمدی نہ ہوا ہوتا تو رمضان شریف سے کچھ پہلے اپنے گرد و کی طرف نکل جاتا جہاں کے لوگ ان پڑھ، جاہل اور معمور کہ ہوں۔ وہاں جا کر اپنے کو حافظ بتاتا اور رمضان میں قرآن سنانے کی ترغیب دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں صرف سورہ فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورہ یٰسین کا حافظ ہوں تراویح کی نماز پڑھانے جب کھڑا ہوتا تو سورہ فاتحہ کے بعد گنگنانا شروع کر دیتا گنگناتا جاتا گنگناتا جاتا جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتا تو ذرا زور سے افلا تعقلون افلا تتفکرون افلا تتقون وغیرہ کہہ کر اللہ اکبر کہہ دیتا۔ لوگ سمجھ جاتے کہ واقعی حافظ صاحب قرآن سنا رہے ہیں۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ رمضان آنے سے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس حدیث کے سچے ہونے میں مجھے پورا یقین ہے۔ کیونکہ افطاری و سحری تو میری پر تکلف ہو جاتی ہے۔ کوئی پلاؤ لے کر چلا آ رہا ہے تو کوئی زردہ کوئی فیرنی لے کر کھڑا ہے تو کوئی بڑی عقیدت کے ساتھ حلوہ پیش کر رہا ہے۔

روزہ تو مجھ سے رکھا نہیں جاتا۔ افطاری تو سب کے سامنے کرتا پھر بھی پیٹ بھر کر کھا لیتا تا بھوک کے وقت کام آئے۔ اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے کسی روزہ دار کے سامنے ہرگز نہ کھاتا بلکہ ایسے وقت میں نوش جان کرتا جبکہ میرے پاس کوئی بھی نہ ہو۔ باہر نکل کر پچر پچر تھوکتا رہتا تا لوگوں کی عقیدت بڑھے اور لوگ یہ سمجھیں کہ مولوی صاحب کا روزہ حقیقی معنی میں روزہ ہے کہ تھوک تک بھی نہیں نگلتے۔ سبحان اللہ کیا کہنا اپنے روزے کا۔

آج میں خدا کے فضل و کرم سے

احمدی ہوں اس کے لئے میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ خدا وند کریم و مہربان نے اس عاجز کو بھی ان لاکھوں گلہائے خوش رنگ و خوشبو دار کی صفوں کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ تھوڑے بہت تگاؤ سے نوازا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خطا کو دیکھ بے بہا دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

آج میں خدا کے فضل و کرم سے احمدی ہوں ۔ احمدیت کی برکت سے دنیاداری ، ریاء ، تصنع ، حب مال وحب جاہ سے تنفر پیدا ہوگیا ہے جھوٹ ، فریب ، مکر ، زیب و سوکہ دہی سے سخت بیزار ہوگیا ہوں ۔

میرے دل سے مال کی محبت نکل گئی ہے ۔ میں مال کماتا ہوں اور زیادہ سے زیادہ کمانا چاہتا ہوں صرف اس لئے کہ میں خدا کی راہ میں اسلام کے پھیلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کرسکوں ۔ لازمی چندے ادا کردیا کروں نشرو اشاعت میں حصہ لے سکوں جماعت کی مقدار کو بڑھا سکوں

میں مال اس لئے کماتا ہوں تا مجھے بھی اس سے قوت و طاقت حاصل ہو اور میں زیادہ سے زیادہ خدمت دین کرسکوں ۔

میں مال اس لئے کماتا ہوں تا میری اولاد کی پرورش ہو ۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہوں اور میرے بعد اسلام کے جھنڈے کو زیادہ سے بلند کرسکیں

آج میں خدا کے فضل و کرم سے احمدی ہوں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل میں خدا کو حاضر ناظر جاننے لگا ہوں ۔ میرے لئے خدا وہم یا افسانہ نہیں رہا ۔ میں خدا کو زندہ ، قادر اور ہر جگہ موجود پاتا ہوں ۔

میں نے شش جہت پر اپنے خیالی گھوڑے دوڑا کر دیکھ لیا ہے مگر کبھی بھی کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی جہاں خدا کی خدائی نہ ہو ۔ آخر میں تھک کر یہ اقرار کرلیتا ہوں لا ملجاء و لا منجا منک الا الیک ۔

خدا کا خوف میرے دل پر مسلط ہے ۔ اس کے قہر سے لرزاں و ترساں رہتا ہوں ۔ صبح و شام اس کے قہر سے اس کی رحمت کی پناہ مانگتا رہتا ہوں ۔

آج میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل میں نے خدا کو بے انتہا محبت کرنے والا پایا ۔ اس کے فضل و کرم سے میں اپنے دل میں بھی اس کی بے حد محبت پاتا ہوں وہ میرے ساتھ محبت و پیار کا سلوک کرتا ہے ۔ میری دعاؤں کو سنتا ہے میری ضروریات کو پورا کرتا ہے ۔ مجھے تسلی دیتا ہے ۔ میری ادنیٰ سے ادنیٰ خواہشوں کو بھی وہ پوری کرتا ہے ۔

دنیا کی تمام خوشیوں سے بڑھ کر وہ خوشی تمام لذتوں سے بڑھ کر وہ لذت ہے ۔ جبکہ تنہائی کا عالم ہو ۔ کوئی آدمی نہ آدم زاد پاس ہو ۔ صرف میں ہوں اور میرا معشوق خدائے برتر ہو ۔ اس کے پیروں پر اپنا سر رکھ کر راز و نیاز کی باتیں کروں ۔ میری آنکھیں اشکبار ہوں ۔ میرا دل میرے تمام اعضا و جوارح پوری یکسوئی کے ساتھ اس کے آستانہ پر پڑے ہوئے ہوں ۔ ادھر میرا معبود بھی میرا بت نہ بنا ہوا ہو ۔ وہ بھی مجھ سے پیار کرتا ہو وہ بھی میری دعاؤں کو سنتا ہو ۔ اور مجھے تسلی دیتا ہو ۔ اس کی محبت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کرگئی ہو ۔ ایسا خیال ہو کہ گویا میں اس کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں ۔ یا اس نے ہاتھ بڑھا کر مجھے اپنی آغوش میں لے لیا ہے

جی چاہتا ہے کہ یہی کیفیت ہر دم میرے دل میں ہو یا کم از کم دیر تک رہے ۔ دن میں دو ایک بار اسی طرح کی حالت جاری ہو جاتی ہے کبھی کبھی متواتر دو تین دن تک جب میں اس لذت سے آشنا نہیں ہوتا تو گھبرا جاتا ہوں اور بے چین ہو جاتا ہوں کہ کہیں میرے مولیٰ نے مجھ سے ناراض ہو کر مجھے چھوڑ نہ دیا ہو پھر اس کے آگے روتا ہوں گڑگڑاتا ہوں اور بڑی محبت و الحاح کے ساتھ اس پر سرور کیفیت کا طلبگار ہو جاتا ہوں ۔ پھر اس کے فضل و کرم سے اسی لذت سے لذت اندوز ہو جاتا ہوں

کبھی کبھی فرط محبت و شوق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نظم پڑھتا ہوں ۔ اور بے حد مسرت و لذت اندوز ہوتا ہوں ؎

اے خالق ارض و سما
بر من در رحمت کشا
دانی تو آں درد مرا
کز دیگراں پنہاں کنم
از بس لطیفی و لبا
در ہر رگ و تا دم در آ
تا یوں بجود یا ہم ترا
دل نو ختر و بستاں کنم
خواہی بلطفم رہ نما
خواہی بقہرم کن جدا
خواہی بکش یا کن رہا
کے ترک آں داماں کنم
در سر کشی اے پاک خو
جاں بر کنم از ہجر تو
زاں سماں بینا نم کنو
یک ما لے گریاں کنم

اگر میں احمدی نہ ہوتا تو یہ لذت و سرور اور یہ کچھ وقت کی بہشتی زندگی مجھے کہاں سے ملتی ہو نہ معلوم میرا ٹھکانا کہاں ہوتا ۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و علی اصحاب محمد و علی خلفاء محمد و علی عبدک المسیح الموعود و علی اصحابہ و خلفائہ و بارک وسلم علیھم اجمعین ۔ آمین ۔

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نتیجۂ فکر حضرت حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان

جمالِ خدا ہے جمالِ محمدؐ
جلالِ الٰہی ، جلالِ محمدؐ

یہ شمس و قمر جو فلک پر ہیں تاباں
ہیں عکسِ جلال و جمالِ محمدؐ

نہ ہے شاعری ، ہے لولاک شاہد
یہ عالم ہے سارا مآلِ محمدؐ

زمیں آسماں اور اُن میں ہے جو کچھ
یہ سب کچھ مال و منالِ محمدؐ

جن و انس پر ہی نہیں منحصر
ہے مخلوق ساری عیالِ محمدؐ

ابھی آب و گل میں ہی آدم تھے غلطاں
درخشاں تھا نورِ کمالِ محمدؐ

لقائے خدا کے جو عاشق ہیں آئیں
وصالِ خدا ہے وصالِ محمدؐ

محمدؐ ہیں خوش جن سے ، خوش ہے خدا بھی
ملالِ خدا ہے ملالِ محمدؐ

نہ مخلوق ہی ، خود ہے خالق بھی شیدا
بأسوہ و خُلق و خصالِ محمدؐ

ابھی تک ہے گونج اس کی اللہ اکبر
عجب ہے اذانِ بلالِ محمدؐ

غلامِ حبش کیا حسیں بن گیا ہے
جمالِ آفریں ہے جمالِ محمدؐ

خزاں پڑھ چکی ہے محمدؐ کا کلمہ
ہے سرسبز دائم نہالِ محمدؐ

اَلا منکر از عزّ و شانِ محمدؐ
چہ دانی توفیق و کمالِ محمدؐ

غلامِ احمدؐ است یک نشانِ محمدؐ
بہ تابِ بروز و مثالِ محمدؐ

ثمر تازہ در شکلِ محمود و احمد
بنیا و بیں در نہالِ محمدؐ

ملے سلطنت تو نچھاور ہی کردوں
بہ حسن قد و خد و خالِ محمدؐ

مبارک وہ گھر ، مدرسہ اور مسجد
ہو ہر دم جہاں قیل و قالِ محمدؐ

رکھے گا خدا تا ابد اسکو جاری
یہ ہے چشمۂ لازوالِ محمدؐ

ہر اک جا ، ہر اک سمت عالم میں یارب
ہو غالب لوائے ہلالِ محمدؐ

خلیلِ حزیں گشت ہمرنگ جامی
غلامِ غلامانِ آلِ محمدؐ

یوم خلافت کی تقریب پر جلسے

لجنہ اماء اللہ مدراس

گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی لجنہ اماء اللہ مدراس کے زیر اہتمام جلسہ یوم خلافت ۲۷ مئی کی بجائے ۲۸ مئی بروز اتوار منعقد کیا گیا ۔ جلسہ کی صدارت صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ نے کی ۔

جلسہ کی کارروائی صدر لجنہ اماء اللہ نے تلاوت قرآن کریم سے شروع کی ۔ النفر بیگم زریفی نگران ناصرات الاحمدیہ نے خلافت کی شان میں ایک نظم خوش الحانی سے پڑھی ۔ آمنہ رفیق نے الفضل خلافت نمبر سے خلافت حقہ کی صداقت کے دو واضح اور روشن ثبوت پر مضمون پڑھ کر سنایا ۔ اسکے بعد صدیقہ امتی صاحبہ ۔ صادقہ امتی اور بلقیس بیگم ہمشیرہ آزاد نوجوان نے اپنے مضامین خلافت کے بارے میں پڑھ کر سنائے ۔ آخر میں صدر صاحبہ نے مسلمان اور نظام خلافت پر روشنی ڈالی (باقی صفحہ پر)

ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کی رواداری و انصاف!

از مکرم زین العابدین صاحب اکبر مالاباری - ادیب فاضل قادیان

مغل شہنشاہوں کی رواداری کسی ثبوت کی محتاج نہیں۔ کیونکہ اکثر ہندو مورخین ان کے عدل و انصاف اور بے تعصبی کی تعریفیں کرتے ہیں۔ بابر نے ہمایوں کے نام جو وصیت نامہ لکھا وہ ریاست بھوپال کے سرکاری کتب خانہ میں بجنسہ اب بھی موجود ہے۔ وصیت نامہ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"وصیت نامہ مخفی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی بنام شہزادہ محمد ہمایوں اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ یہ وصیت نامہ سلطنت کی بنیاد کو مضبوط کرنے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اے فرزند! ہندوستان کی مملکت میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے اس ملک کی بادشاہت میرے حوالے کی۔ پس مناسب ہے کہ مذہبی تعصب سے دل کو پاک رکھو۔ ہر فرقے کے مذہبی خیالات کے مطابق عدل و انصاف کرو۔ خاص کر گائے کی قربانی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ اہل ہند کے دلوں کو قابو میں لانے کا یہی نسخہ ہے اور اس ملک سے لوگ شاہی مہربانی کا دم بھرنے لگتے ہیں۔ علاوہ بریں مختلف مذاہب کے جو معبد اور مندر تمہاری سلطنت میں ہیں۔ ان میں سے کسی کو برباد نہ کرو۔ پورے عدل و انصاف سے حکومت کرو۔ کیونکہ بادشاہ کا استحکام رعیت پر اور رعایا کا امن و اطمینان سلطنت کی معقول پالیسی پر منحصر ہے۔ اسلام کی ترقی ظلم کی تلوار سے نہیں بلکہ احسان سے کرنی چاہیئے۔ سنیوں اور شیعوں کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو۔ مختلف مذاہب کے افسر اور رعایا کو سلطنت کے عناصر اربعہ سمجھ کر ان کی حفاظت کرتے رہو۔ تاکہ جسد سلطنت کا جسم امراض سے محفوظ رہے۔ بہر حال تم حضرت امیر تیمور صاحبقران کے کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بادشاہت کے فرائض سرانجام دیتے رہو!"

(بحوالہ مسلم ثقافت ہندوستان میں صفحہ ۲۶۹)

شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے متعلق مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اکبر کی تعریف میں غیر مسلم مورخین کی کتابوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ حال ہی میں روزنامہ اخبار پرتاپ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۶۱ء میں جناب پروفیسر نارائن داس ایم۔ اے۔ ایم۔ او ایل نے "قومی اتحاد کے علمبردار - اکبر"

(۲)

کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے مضمون کو یوں شروع کرتے ہیں:-

"خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں
بھٹکتے پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو
خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

جلال الدین محمد اکبر جسے دنیا مغل اعظم یا اکبر اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جس کا لقب بھی اکبر تھا اور کردار بھی۔ جسے خدا کے بندوں سے پیار تھا۔ انہاس میں ایک ایسے ماہتاب کی مانند چمکتا ہے۔ جس کے آگے تمام درخشندہ ستارے ماند نظر آتے ہیں جس کے دربار کی سنہری اور روپہلی جھلک ہی چکاچوند کرنے کو کافی نہیں تھی۔ بلکہ جس کے سبب انداتا کبھی نورانی کرنوں سے لبریز تھے۔ اس کی شہرت چار دانگ عالم میں یوں پھیلی۔ جیسے اس کے جنم دن پر توڑے ہوئے مشک نافہ کی لپٹیں۔"

آگے چل کر جناب پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:-

"اس کی کشادہ دلی سے اس کی حب الوطنی صاف عیاں ہوتی ہے۔ ہندوستان کی نسلی لیبارٹری میں ہندوستانیت وایکتا کا کامیاب تجربہ کرنے والی وہ پہلی عظیم شخصیت تھی "The first successful Exprimentator in the Ethnological Laboratory of india""

(روزنامہ اخبار پرتاپ ۲۴ اپریل ۱۹۶۱ء)

اب میں شہنشاہ اورنگ زیب کے بارے میں کچھ تحریر کروں گا۔ یہ وہ توحید پرست بادشاہ ہے۔ جس پر غیروں کی طرف سے اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ اورنگ زیب ایک منصف اور رواداد بادشاہ تھا۔ مگر تعصب میں ہندو مورخوں نے اس کو انتہائی بھیانک شکل میں پیش کیا ہے۔ بھارت ماتا کے اس قابل فخر سپوت پر بے شمار بہتان باندھے گئے۔ اس نیک دل شہنشاہ کی حکمت عملی دوسرے شاہان مغلیہ کی طرح روادارانہ اور منصفانہ تھی۔ اس پر مندروں کے گرانے کا الزام قطعی طور پر غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے متعدد فرامین اس کی اسلامی رواداری کے شاہد عادل ہیں۔ مثلاً ۱۹۱۱ء میں مشہور مستشرق لفٹنٹ کرنل خلٹ کو بنارس جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں علمی تحقیق و تفتیش کے سلسلے میں انہیں عالمگیر کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ لگی۔ یہ فرمان ابوالحسن حاکم بنارس کے نام تھا۔ کرنل خلٹ نے کوشش جاری رکھی۔ بالآخر انہیں اصل فرمان دیکھنے کا موقع بھی مل گیا۔ خلٹ صاحب نے یہ فرمان انگلستان کے اخبارات میں چھپوا دیا۔ اس فرمان عالمگیری کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے

"ہم نے سنا ہے کہ بعض عمال سرکاری ازراہ جبر و تعدی قصبہ بنارس و نواحی مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بت خانوں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور انہیں پروہتائی سے علیحدہ کر دینا چاہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے تم (ابوالحسن حاکم بنارس) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہونچتے ہی ایسا انتظام کرو۔ کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں پر تشدد نہ کر سکے اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ گروہ بدستور سابق اپنے اپنے مقامات و مناصب پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں مزید تاکید جانو۔"

(۱۵ جمادی الآخر ۱۰۶۹ھ)

(مغل امپائر بابر سے اورنگ زیب تک صفحہ ۲۸۷ - ۲۸۹)

اس قسم کے اور بھی فرامین محفوظ ہیں۔ جن سے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی مذہبی رواداری اور انصاف کے نہایت روشن ثبوت ملتے ہیں۔ متعدد غیر مسلم مورخین اور سیاح مثلاً لین پول۔ کپتان ہملٹن۔ ڈاکٹر برنیئر الفنسٹن۔ پروفیسر آرنلڈ۔ پروفیسر جدوناتھ سرکار وغیرہ اس امر پر متفق ہیں۔ کہ اورنگ زیب پر مذہبی تعصب اور عدم رواداری کا الزام قطعاً غلط ہے۔

محمد بن قاسم سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کوئی مسلمان بادشاہ ایسا نہیں گزرا جس کی حکومت میں کثرت سے غیر مسلم اہلکار نہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں بھی ہندوؤں کو فوج میں بھرتی کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں سوبند رائے مشہور کمانڈر تھا۔ اور ہندو سپہ سالار ناتھو اور تلک بھی اسی خاندان کے مشہور جنرل تھے۔ خاندان غلاماں کے زمانہ میں بھی اسلامی فوجوں کے ساتھ ہندو فوجیں موجود تھیں۔ دفاتر کی تنظیم و ترتیب کا اکثر کام انہیں کے سپرد کیا جاتا تھا۔ مغلوں کے زمانہ میں ہندو وزارت اور سپہ سالاری تک کے عہدوں پر فائز رہے۔ بابر۔ ہمایوں۔ اکبر جہانگیر۔ شاہجہان سب کے معتمد علیہ کارپردازوں میں خاصی تعداد ہندوؤں کی تھی۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب عالمگیر نے بھی جے سنگھ اور جسونت سنگھ کو بڑے بڑے مناصب دے کر فوجوں کی جرنیلی اور گورنری تفویض کر رکھی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان سلاطین اس ملک کو اپنا وطن اور اس کے تمام باشندوں کو اپنے برادران وطن سمجھتے تھے۔ اور ان کا سلوک ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ ایک جیسا تھا۔ آج بھی ہندوستان میں ایسے ہندو خاندان موجود ہیں۔ جن کے بزرگوں کو ہندوستان کے مسلم بادشاہوں نے جاگیریں عطا کیں اور مورد لطف و عنایات بنایا۔

خود ہمارے ملک کے محبوب وزیر اعظم جناب پنڈت جواہر لال نہرو کے کول خاندان کو ہندوستان میں بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کا موجب بھی ہندوستان کے مسلم حکمران ہیں۔ اور شہنشاہ فرخ سیر نے ہی جناب نہرو صاحب کے مورث اعلیٰ راج کول کو کشمیر کے پسماندہ علاقہ سے دہلی میں لا کر آباد کیا اور پروان چڑھایا۔

آخر میں میں اپنے ہم وطنوں سے گذارش کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے پرانے نظریوں کو خواہ وہ غلط ہوں یا صحیح سلسلہ ترک کر دیں کیونکہ اتحاد و ترقی میں روک نہ بنیں وہ منافرت اور باہمی دشمنی کے بیج بو کر اتحاد و محبت کی فصل نہیں کاٹ سکتے۔ اس وقت ہمارے ملک کو یکجہتی اور اتحاد کی بہت ضرورت ہے۔ ملک کو بہت سے بیرونی اور اندرونی مسائل کو حل کرنا ہے اور تعمیری منصوبے بنانے ہیں۔ پس آؤ ہم سب ہندوستانی مکمل اتحاد و اتفاق اور محبت اور رواداری سے اپنے ملک کے تعمیری پروگراموں میں حصہ لیں تاکہ

کتاب "حضرت مسیح کشمیر میں" پر حقیقت افروز تبصرہ (بقیہ صفحہ اول)

حواری فلسطین کا ذکر تو موجود ہے لیکن مریم جو کہ شمعون کلوپاس کی بیٹی تھی۔ اس کا ذکر نہیں ملتا۔ ہو سکتا ہے یہ مریم حضرت مسیح کی ہجرت میں ان کے ساتھ چلی گئی ہو۔"

(۷۷۷)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم نام کی کوئی خاتون ہجرت میں مسیح کے ساتھ تھیں اور کوئی عجب نہیں وہ مسیح کی والدہ ہی ہوں۔ بعض محققین لکھتے ہیں کہ واقعہ صلیب مسیح کے بعد حضرت مریم والدہ یسوع بھی فلسطین سے غائب ہو گئیں۔ پھر چونکہ حضرت مسیح کا آسمان کی طرف نہیں کشمیر کی طرف آنا ثابت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت مریم آپ کے ساتھ کشمیر آئی ہوں۔

ایک قدیم عیسائی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مریم یوحنا حواری کی کفالت میں تھیں۔ جب یہ حواری ایشیا کوچک میں افسس کی طرف ہجرت کر گئے تو حضرت مریم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ یہ روایت سمتھ کی بائیبل ڈکشنری میں زیر لفظ مریم لکھی ہوئی موجود ہے۔ مگر صحیح یوں معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا حواری حضرت مریم کو لے کر دمشق میں حضرت مسیح کے پاس پہونچ گئے۔ جہاں آپ مشرق کی طرف عازم سفر ہونے کے لئے تیار تھے۔ یوحنا حواری ایشیا کوچک چلے گئے۔ اور مریم اور ابن مریم مشرق کی طرف چلے آئے۔

چونکہ یہ سب باتیں پردۂ راز میں تھیں۔ اس لئے روایت یہ بن گئی کہ حضرت مریم بھی ایشیا کوچک چلی گئیں۔ مریم کی ایشیا کوچک جا کر وفات پانے کی روایت بدیں وجہ صحیح نہیں ہے۔ کہ ایشیا کوچک کی عیسائی تاریخ محفوظ ہے۔ اس میں مریم کی موجودگی کا کوئی ذکر نہیں۔

محققین نے لکھا ہے کہ مریم مگدلینی بھی فلسطین سے غائب ہو گئیں۔ جس کا ذکر اناجیل میں مسیح کی مومنہ عورتوں میں آتا ہے۔ بعید نہیں کہ وہ بھی مسیح کے ساتھ مشرق میں آ گئی ہوں مکتوب سکندریہ میں ہے کہ حضرت مسیح ان سے شادی کرنے کا خیال رکھتے تھے۔

اسلامی لٹریچر میں ایک مشہور کتاب روضۃ الصفا ہے اس میں لکھا ہے کہ یروشلم سے حضرت مسیح ہجرت کر کے نصیبین میں آ گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی والدہ، پطرس اور توما حواری تھے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۳۳-۱۲۲)

اس باب میں کرم حیدری صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب "داستان مری" میں لکھتے ہیں:

"پنڈی پوائنٹ مری میں ایک پہاڑی ہے۔ جہاں کسی زمانہ میں سکھ فوج کا ایک دستہ رہا کرتا تھا۔ یہیں ایک ولیہ کا مقبرہ بھی موجود ہے۔ جن کے نام سے مری کا نام مشہور ہوا۔" (داستان مری صفحہ ۷)

داستان مری کے شروع میں مصنف نے لکھا ہے:۔

"پنڈی پوائنٹ کے مقام پر سنگین برج ہے۔ اور یہاں ہی ایک پرانی قبر ہے۔ یہ قبر ایک ڈھیری سی ہے۔ پہاڑی زبان میں ایسی ڈھیری کو مڑھی کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہاں کوئی خدا رسیدہ خاتون مدفون ہیں۔ جن کا نام مریم یا مریاں تھا۔ اس قبر یا مڑھی کی نسبت سے اس مقام کو مڑھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام مری پڑ گیا۔ مری کو مڑھی سے اور مریم کو مری سے جو صوتی نسبت ہے۔ وہ ظاہر ہے۔" (کتاب مذکور صفحہ ۲)

"ہندوستان میں عیسائیت کی تاریخ" نامی کتاب میں جو پادری ہیگ ایم۔ اے نے لکھی ہے۔ اس کے صفحہ ۴۲ جلد اول میں یہ روایت درج ہے کہ توما حواری کا شمالی ہندوستان جانا بھی ثابت ہے۔ مفتی محمد صادق صاحب جنہوں نے کشمیر اور مدراس میں خود جا کر تحقیقات کر کے "قبر مسیح" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، وہ مدراس میں توما حواری کے مقبرہ پر بھی گئے۔ جہاں انہوں نے ایک عیسائی بوڑھی عورت سے بھی مذہبی گفتگو کی۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"مجھے اس بوڑھی عورت نے جو توما کے پہاڑ پر مجھے ملی تھی۔ بتایا تھا کہ توما حواری سندھ اور پنجاب بھی گئے تھے۔ انجیل اعمال توما میں لکھا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد جو توما کو اس طرف بھیجا اور توما نے بعض بڑے آدمیوں کو عیسائی بنانے کے بعد حضرت مریم صدیقہ کے سامنے اپنے کارناموں کو دہرایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کشمیر آ گئی تھیں۔"

(تحقیق جدید متعلق قبر مسیح صفحہ ۱۴۷)

خود خاکسار راقم نے ۱۹۵۹ء کے اواخر میں قیام مری کے مقام مریم کے متعلق تحقیقات کی ہے اور کئی معمر اور پرانے لوگوں سے معلومات حاصل کی ہیں ان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں مری میں ایک مقام حضرت مریم سے منسوب ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کہ مائی مریم کی جگہ ہے جب میں نے سوال کیا کہ کیا یہ مریم کا مقبرہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ مقبرہ ہے۔ مگر ہم بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ یہاں مائی مریم نے عبادت کی تھی

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب میں اور میرا ایک اور کشمیری ساتھی جس کی دوکان مری میں ہے اس پہاڑی پر فوٹو لینے کی غرض سے جا رہے تھے۔ تو ایک شخص راستہ میں غلام دستگیر نامی ہمیں ملا۔ جس سے مریم کے اس مقام کے متعلق بات چیت ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ میرے پاس مری کی ایک قدیم تاریخ ہے۔ جو آجکل نایاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ قدیم زمانہ میں جب یہ علاقہ غیر آباد اور جنگل ہی جنگل تھا۔ ایک عورت یہاں آ کر مقیم ہوئی۔ جو کسی دوسرے ملک سے یہاں آئی تھی۔ جو ان علاقوں کی کوئی زبان نہ بولتی تھی۔ بلکہ اس کی کوئی کچھ اور زبان تھی۔ کچھ عرصہ یہاں ٹھہر کر وہ یہاں سے کسی دوسرے ملک میں چلی گئی تھی۔ لیکن کتاب میں دیکھ نہیں سکا۔

راقم محمد اسد اللہ قریشی۔

مولانا محمد اسد اللہ قریشی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیات مسیح و مریم کے سلسلہ میں کتنی غیر معمولی کاوش و جستجو سے کام لے رہے ہیں۔ اور جو کچھ انہوں نے کتاب زیر تبصرہ میں لکھا ہے وہ یقیناً ناقابل تردید ہے۔ یہ کتاب عبد الحکیم عبد اللطیف صاحب سے نمبر ۱۲ بازار گوالمنڈی لاہور سے مل سکتی ہے۔

(ماہنامہ نقار بابت ماہ جون [illegible])

مدینہ منورہ میں یونیورسٹی کا قیام (بقیہ صفحہ [illegible])

مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے بالہام و اعلام الٰہی۔ چودھویں صدی کا مجدد۔ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ آسمان و زمین نے آپ کی صداقت کیلئے صدہا قسم کے تائیدی نشان ظاہر کئے اور عملی طور پر آپکے ہاتھوں حمایت و تائید اسلام کے وہ کارہائے نمایاں انجام پائے جن سے انکار ممکن نہیں۔ مثلاً آپ کی اولین تصنیف براہین احمدیہ پر فرقہ اہل حدیث کے ایک بڑے عالم مولوی محمد حسین صاحب نے ریویو لکھ کر اس کی افادیت پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اور ۱۸۹۶ء میں لاہور میں منعقدہ جلسہ مذاہب عالم میں آپ کا مضمون غالب رہا۔ جس میں اسلامی اصول کی فلاسفی مدلل طور پر بیان کی گئی تھی۔ جب تک آپ زندہ رہے اسلام کے بلبل بلبل کی طرح ہر میدان میں اسلام کو ایک زندہ اور باخدا مذہب کی شکل میں پیش فرمایا اور اس کی روحانی تاثیرات کا عملی ثبوت اپنے وجود سے پیش کیا۔ آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت قائم کر دی جو آپکے بیان کردہ علم کلام کی روشنی میں ہر اہم موقع پر بڑی تحدی کے ساتھ اسلام کو دنیا کے سامنے مشکلکشا کے طور پر پیش کرتی ہے چنانچہ ۱۹۲۴ء میں انگلستان کی مشہور ویمبلے کی نمائش کے سلسلہ میں جب ایک مذاہب کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کو بھی تقریر کرنے کا موقع ملا تو آپ نے اپنے لیکچر میں اس نقطہ مرکزی کو دنیا کے سامنے پیش کیا کہ دنیا کی تمام مشکلات کا حل قرآن اور صرف قرآن میں ہے۔ آپ کا یہ لیکچر کتابی صورت میں شائع شدہ موجود ہے۔ اور اردو کے علاوہ انگریزی اور دیگر زبانوں میں اس کے تراجم ذہانتِ عالم میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے جا چکے ہیں۔ اسی طرح دوسری جنگ سے پہلے اور اس کے بعد جماعت احمدیہ کے موجودہ امام نے ساری دنیا میں احمدیہ جماعت کے اسلامی مبلغین کا ایک جال بچھا دیا اور ان کے ذریعہ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا انتظام کر کے بیرونی ممالک کے باشندوں کو ان کی اپنی زبانوں میں کلام پاک کے [illegible] اسلامی تعلیمات پر مشتمل دیگر ضروری لٹریچر مطالعہ کرنے کا [illegible] تاکہ وہ [illegible] روحانی پیاس بجھانے اور اسلام سے باخبر ہونے کا موقع پائیں۔

اب خواہ مدینہ منورہ میں یونیورسٹی [illegible] یا نہ روحانی طور پر عالم اسلام کو ایک برگزیدہ بندہ کے ذریعہ سے متحد کرنے کے سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس کی مقدس جماعت نے ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ بجا لانا اپنے مقصد وحید قرار دیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جماعت کے سینکڑوں نوجوان اپنے اہل و عیال سے جدا ہو کر اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر بیرونی ممالک میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جا چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ پس حقیقت میں حجاز مقدس کے کنفرنس کا کوئی خاص قصور نہیں کہ وہ اس رنگ میں اسلام کی نمایاں خدمات نہ کر پائے بلکہ اس خدمت کے لئے خدا تعالیٰ کی تقدیر نے جن افراد کو اس قابل سمجھا اُسے سب کو بس لا کھڑا کیا!! دنیا اس حقیقت کو سمجھے یا نہ مگر اصل بات یہی ہے کہ اب اسلام کی ترقی اور سربلندی اسی برگزیدہ جماعت کے ساتھ وابستہ ہے

درویش فنڈ

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی خاص توجہ کیلئے

ہر مخلص احمدی کا فرض ہے کہ قادیان کے درویشوں کی ضرورت کا خیال رکھے (حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ)

احباب کو بخوبی علم ہے کہ تقدیر الٰہی کے ماتحت ۱۹۴۷ء میں جماعت احمدیہ کے مقدس مرکز قادیان سے اس کی اکثر آبادی کو ہجرت کرنی پڑی۔ اور صرف ۳۱۳ درویش خدمتِ دین، حفاظتِ مرکز اور دیارِ حبیب کو آباد رکھنے کے جذبہ کے ماتحت قادیان میں ٹھہرے رہے اور انتہائی تنگی اور مالی مشکلات کے باوجود قادیان میں سکونت پذیر رہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کہ تجرد کی زندگی کا دور ختم کرتے ہوئے قادیان میں اہلی زندگی کے آثار پیدا کئے جائیں۔ درویشوں کی ہندوستان میں شادیاں کی گئیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب درویشوں اور ان کے اہل و عیال کی تعداد ۷۵۰ تک پہنچ گئی ہے۔ اور یہ امر قادیان کی آبادی کا باعث ہے۔

ان درویشوں کے لئے موجودہ حالت میں قادیان اور اس کے گرد و نواح میں کوئی ایسا کاروبار نہیں جس سے درویش اپنے اخراجات پورے کر سکیں سوائے چند افراد کے جو قلیل آمدنی کر رہے ہیں باقی سب درویشان کی جملہ ضروریات (قیام، طعام، لباس وغیرہ) کا بار صدر انجمن احمدیہ کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ اور چندہ جات کی آمد کے مقابل پر بہت زیادہ اخراجات ہو رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے سالہا سال سے صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ آمد و خرچ غیر متوازن چلا آ رہا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے زاد مجدہ العالی نے درویشوں کی ضروریات اور مرکز قادیان کی مالی مشکلات ملحوظ رکھتے ہوئے جماعتوں کو اس طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

”بیرونی جماعتیں اپنے غریب بھائیوں کی امداد کا خیال رکھیں۔ خصوصاً قادیان میں جو اصحاب الصفہ رہتے ہیں ان کے متعلق ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ جس قدر غلہ اپنے لئے جمع کرے اس کا چالیسواں حصہ ان کے لئے نکال کر بھیج دے مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ وہ یہ غلہ صدقہ سمجھ کر نہ دیں بلکہ ایک اسلامی بھائی چارہ کے لئے قربانی سمجھ کر دیں وہ یہ خیال کریں کہ جیسے انسان اپنی بیوی کو کھلاتا ہے اور ان کو کھلانا انسان کا فرض ہوتا ہے اسی طرح جماعت کے غرباء کی امداد کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض عائد کیا گیا ہے۔ اور وہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے یہ غلہ دے رہے ہیں۔“

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی نے فرمایا کہ

”دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے۔ لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہیں پا سکا اور صرف قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمتِ دین بجا لاویں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں جو توجہ کے انتشار کا موجب ہوں۔ حقیقتاً ہم پر درویشوں کا یہ احسان ہے کہ وہ بھائی قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ پس یہ امداد ہرگز صدقہ و خیرات کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے۔ جو شکرانہ اور قدر دانی کے رنگ میں ہم باہر کے ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔“

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں درویش فنڈ کی تحریک کا آغاز ۱۹۵۲ء میں کیا گیا۔ تحریک کے ابتدائی دو تین سالوں میں تو مخلصین نے ”درویش فنڈ“ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے اس آمد میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔ حالانکہ قادیان کی احمدی آبادی میں زیادتی کے باعث اخراجات کا بوجھ پہلے سے زیادہ ہے۔

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے موجودہ مالی سال میں بھی درویش فنڈ کی تحریک کا بجٹ آمد مبلغ سولہ ہزار روپے رکھا گیا ہے اور توقع کی گئی ہے کہ احباب جماعت مالی قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے پیارے امام اور مرکز کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ اور لازمی چندہ جات کی سو فی صدی ادائیگی کے ساتھ درویش فنڈ کی تحریک میں بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر متوقع اضافہ آمد کی رقم کو پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے وعدوں کے فارم جملہ جماعتوں کو بھجوائے جا چکے ہیں۔ جملہ جماعتوں کے امراء، مبلغین، صدر صاحبان عہدیداران مال اور احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ خود بھی اس بابرکت تحریک میں حصہ لیں اور کوشش کریں کہ کوئی فرد اس بابرکت تحریک سے باہر نہ رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار:-

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

نئی دہلی ۱۱ جون۔ ہندوستانی مسلمانوں کی جو دو روزہ کنونشن دہلی میں شروع ہوئی تھی۔ کل اس کی مختلف سب کمیٹیوں میں مسلمانوں کی شکایات پر بحث ہوتی رہی۔ چنانچہ لاء اینڈ آرڈر۔ قومی یکجہتی اور جبلپور کے فسادات سے متاثر مسلمانوں کو بسانے کے سوال پر بحث ہوتی رہی۔ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے دوران کئی ممبروں نے یہ تجویز کیا کہ جس ضلع میں کوئی فساد ہو وہاں کے افسران کو تبدیل کرنے کے علاوہ اس صوبہ میں راشٹرپتی راج نافذ کیا جائے۔ اور زیادتی کرنے والے فرقہ کے لوگوں پر اجتماعی جرمانہ کیا جائے۔

نئی دہلی ۱۱ جون۔ دو روزہ مسلم کنونشن کا آج دوسرا دن تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ریزولیوشن مرتب کئے گئے ایک ریزولیوشن میں کانگرس کی یکجہتی کمیٹی کی رپورٹ کی حمایت کی گئی ہے۔ اور پردھان منتری پنڈت نہرو سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ تمام سیکولر پارٹیوں کی کانفرنس بلائیں جس میں قومی یکجہتی کے حصول کے لئے ذرائع اور وسائل پر غور کیا گیا۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا۔ کہ ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ جو قومی یکجہتی کی تحریک کی رہنمائی کرے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ متعدد مقررین نے اس ریزولیوشن پر تقریریں کرتے ہوئے فرقہ پرست جماعتوں پر کڑی نکتہ چینی کی یہ قرار دیا گیا۔ کہ ہندو اور مسلمان عوام فرقہ پرست نہیں ہیں۔ بلکہ فرقہ پرست عناصر اور مفاد پرست لوگ وقتاً فوقتاً گڑبڑ کرنے اور ملک کا امن و امان تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک ریزولیوشن میں یہ مانگ بھی کی گئی ہے۔ کہ اردو کی ترقی کے لئے موزوں انتظامات کئے جائیں اور ملک میں کسی موزوں جگہ پر اردو یونیورسٹی قائم کی جائے۔

ٹرسٹ پریس آف انڈیا کی اطلاع ہے کہ کنونشن نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ انگریزی روزنامہ جاری کیا جائے گا جو قومی یکجہتی اور سیکولرازم کے کام کو بڑھاوا دے گا۔ فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے کوشش کرے گا اور ہندوستانی مسلمانوں کا نقطہ نظر بھی بیان کرے گا۔

طہران ۱۲ جون۔ کل جنوبی ایران کے شہر "لار" سے پندرہ میل دور ایک گاؤں "دلبہ کوہے" زلزلہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ نتیجہ کے طور پر ۲۰ اشخاص ہلاک ۵۰ زخمی ہوئے۔ اس گاؤں میں چار سو گھر تھے۔ جو کہ سبھی گر گئے۔ آبادی قریباً ڈیڑھ ہزار تھی۔ یہ ساری آبادی اب کھلے میدان میں بیٹھی ہے۔ پچھلے سال بھی اس شہر میں زبردست زلزلہ آیا تھا۔

بعد کی اطلاع ہے کہ ایک اور گاؤں کیہان بھی زلزلہ میں صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ [illegible] کا کہنا ہے کہ دیہہ کوہے میں ۷۰ اشخاص ہلاک ہوئے۔

گورداسپور ۸ جون۔ شری [illegible] پانڈے ڈپٹی کمشنر نے آج اپنی پریس کانفرنس (ماہانہ) میں بتایا کہ ضلع ہذا میں ماہ مئی میں جرائم کے کل ۱۳۴ کیس ہوئے جن میں تین قتل ۹ نقب زنی ۱۸ چوریاں اور ۲۵ متفرقات ایک غیر قانونی بھٹی... [illegible] گرفتار بھی کر لیا گیا۔ آپ نے بتایا کہ ضلع میں گندم کی نئی فصل کی آمد بہت اچھی ہے ایک ہزار ویگن دیگر صوبجات نے خریدی ضلع کی اپنی ضرورت کے لئے کافی مقدار موجود ہے ماہ مئی میں ۲۲۶۶۷ من چاول ضلع ہذا سے سرکار نے خریدے ہیں کرنڈ کے متعلق آپ نے بتایا کہ عنقریب ۳۰ ویگن ڈیزل کرنڈ ضلع ہذا کیلئے آ رہا ہے۔ اور ضلع ہر طرح سے حالات پُرسکون ہیں۔

واشنگٹن ۱۲ جون۔ امریکی وزیر خارجہ مسٹر ڈین رسک نے آج یہاں اخباری نمائندوں کو بتایا۔ کہ روس نے برلن اور جرمنی کے متعلق جو میمورنڈم بھیجا ہے۔ امریکی سرکار اس کا بغور جائزہ لے رہی ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ امریکی سرکار برلن کے بارے میں پیش کی گئی تجاویز سے متفق نہیں ہے لیکن آپ نے یہ بتانے سے انکار کر دیا کہ امریکہ روس کو کیا جواب دے گا۔ تاہم کہا کہ امریکہ جواب دینے سے پہلے اپنے اتحادیوں سے مشورہ کرے گا۔ واضح رہے کہ روس نے امریکہ پر زور دیا ہے کہ جرمنی کے ساتھ امن کا معاہدہ کرنے اور برلن کا مسئلہ حل کرنے کے لئے فی الفور کانفرنس بلائی جائے اور اگر ۶ ماہ تک اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ تو روس مشرقی جرمنی کے ساتھ الگ معاہدہ امن کرے گا روس نے مغربی برلن کو آزاد شہر قرار دینے کی بھی مانگ کی ہے اور کہا ہے کہ روس برلن پر سے چار طاقتوں امریکہ روس۔ برطانیہ اور فرانس کا قبضہ ختم کرنے اور وہاں اتحادی سبھا کے زیر اہتمام غیر جانبدار ملکوں کی فوج تعینات کرنے کی تجویز قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔

دہرہ دون ۱۲ جون۔ مرکزی وزیر تیل کانیں شری مالویہ نے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ گورنمنٹ بڑودہ کے نزدیک تیل صاف کرنے کا کارخانہ لگانے کے سلسلہ میں جگہ کی تلاش کر رہی ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو گجرات میں تیل صاف کرنے کا ایک اور کارخانہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ تیل کی موجودگی کی بدولت گجرات سارے ملک کا اہم ترین صوبہ بن رہا ہے۔ شری مالویہ نے مزید بتایا کہ احمد آباد سے ۱۲ میل دور تیل کا ایک اور وسیع ذخیرہ پایا گیا ہے۔ یہ تیل بھارتی اور روسی انجنیئروں کی مشترکہ کوشش سے تلاش کیا گیا ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ جس جگہ گجرات سرکار اپنی نئی راجدھانی بنانے کی سکیم بنا رہی ہے۔ اس کے نیچے بھاری تعداد میں تیل ملنے سے اب راجدھانی کی جگہ تبدیل کرنے کے سوال پر غور ہو رہا ہے۔

نئی دہلی ۱۲ جون یہاں ۲۷ اکتوبر سے ۳ نومبر تک بین الاقوامی فلمی میلہ منعقد ہوگا۔ اس کے بعد کلکتہ۔ مدراس اور بمبئی میں فلمی ہفتہ منایا جائے گا۔ اب تک اس میں شامل ہونے والے ۱۸ ممالک کی منظوری آ چکی ہے۔

[illegible] سنگھ ۱۲ جون۔ اب جبکہ اڑیسہ اسمبلی کے انتخابات کے تمام نتائج شائع ہو چکے ہیں اور کانگرس کو اسمبلی میں قطعی اکثریت حاصل ہو گئی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس ماہ کے تیسرے ہفتہ میں کانگرس کی وزارت اپنا عہدہ سنبھال لے گی۔ کانگرس کو ۱۴۰ نشستوں میں سے ۸۲ سیٹیں حاصل ہوئی ہیں توقع کی جاتی ہے کہ جونہی کانگرس اسمبلی پارٹی اپنے لیڈر کا انتخاب کرے گی۔ گورنر انہیں وزارت بنانے کی دعوت دیں گے۔ صوبائی اسمبلی کا اجلاس اس ماہ کے آخر میں بلائے جانے کا امکان ہے۔

جلسہ یوم خلافت دلقیہ بٹ

آخر میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے خاص طور پر دعا کی گئی۔ آخر میں صاحب خانہ اہلیہ صاحبہ پروفیسر محمد صاحب نے حاضرات کی چائے سے تواضع کی۔

والسلام

اہلیہ بیگم قریشی قائمقام سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مدراس۔

لجنہ اماء اللہ شاہجہانپور

جلسہ یوم خلافت ۲۷ مئی کو زیر صدارت بیگم صاحبہ حاجی عبدالقدوس صاحبہ منعقد کیا گیا۔ قرآن مجید کی تلاوت اور نظم کے بعد آفریدہ خاتون نے خلافت جماعت احمدیہ پر مضمون پڑھا۔ حفیظہ خاتون نے تقریر کی۔ نجیبہ خاتون نے عالم اسلام کا منور آفتاب کے عنوان پر مضمون پڑھا۔ اعجاز فاطمہ صاحبہ نے اسلام میں خلافت کا نظام کے عنوان پر مضمون پڑھا۔ اور امۃ الباری صاحبہ نے برکات خلافت پر مضمون سنایا۔ آخر میں خاکسارہ نے خلافت کیوں ضروری ہے کے عنوان پر تقریر کی۔ دوران جلسہ میں بچیوں نے خلافت کی شان میں نظمیں پڑھیں دعا کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔ غیر احمدی مستورات بھی جلسہ میں شامل ہوئیں۔

خاکسارہ اہلیہ محمد فاروق
سیکرٹری لجنہ اماء اللہ شاہجہانپور